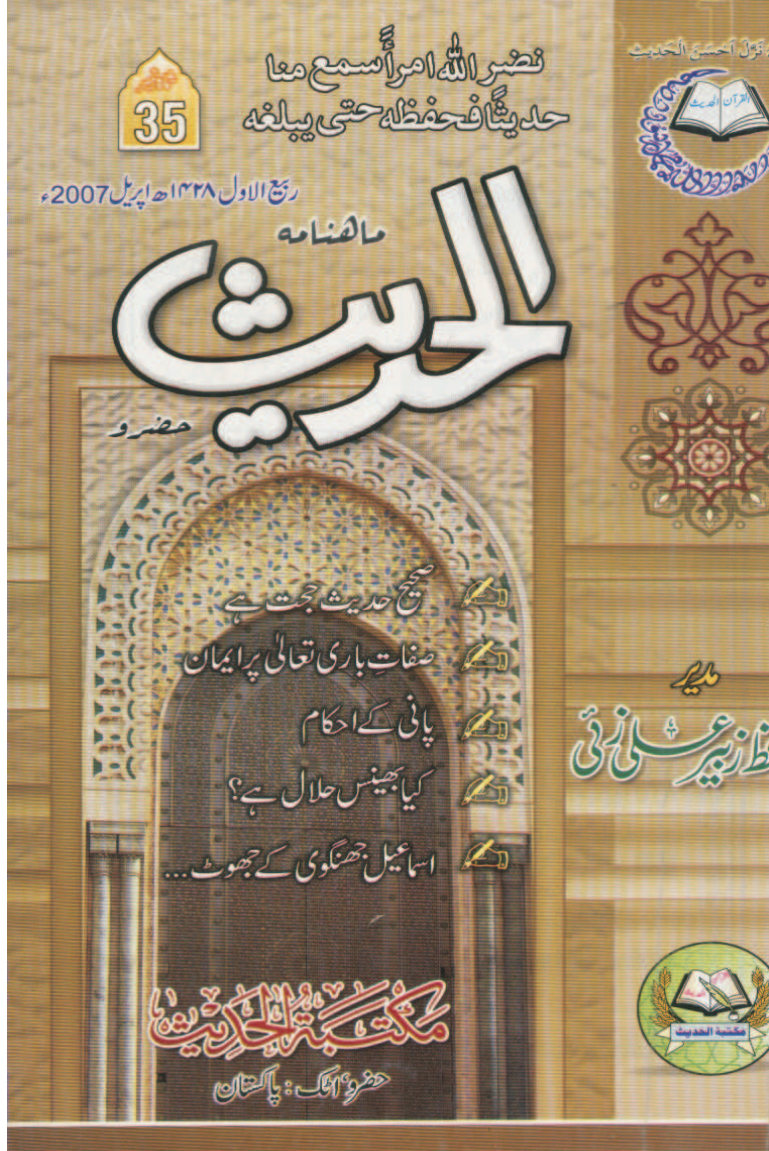


MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 10:18:48 PM, 3/26/2015



حافظ زبیر علی زئی

کلمۃ الحدیث

صحیح حدیث حجت ہے، چاہے خبر واحد ہو یا متواتر

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾

جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء: ۸۰)

اس آیت کریمہ و دیگر آیات سے رسول کریم ﷺ کی اطاعت کا فرض ہونا ثابت ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ قبا (مدینہ) میں فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا: رسول اللہ ﷺ پر آج کی رات قرآن نازل ہوا ہے اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آ گیا ہے۔ پس سارے نمازی جو شام کی طرف رخ کئے نماز پڑھ رہے تھے، نماز ہی میں کعبہ کی طرف مڑ گئے۔

(موطأ امام مالک روایۃ ابن القاسم تحقیق: ۲۷۷ و سندہ صحیح، روایۃ یحییٰ بن یحییٰ ۱۹۵۱ ح ۴۶۰، صحیح البخاری: ۴۰۳ و صحیح مسلم: ۵۲۶)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عقیدے میں بھی صحیح خبر واحد کو حجت سمجھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کے بادشاہ ہرقل کی طرف دعوت اسلام کے لئے جو خط بھیجا تھا، اسے سیدنا دجیہ الکلی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا تھا۔ (دیکھئے صحیح البخاری: ۷) اس سے معلوم ہوا کہ صحیح خبر واحد ظنی نہیں ہوتی بلکہ یقینی، قطعی اور حجت ہوتی ہے۔ حافظ ابن الصلاح الشہر زوری لکھتے ہیں:

”صحیحین میں جتنی احادیث (حدیث کے ساتھ بیان کردہ) ہیں وہ قطعی طور پر صحیح ہیں کیونکہ اُمت (اجماع کی صورت میں) معصوم عن الخطأ ہے لہذا جسے اُمت نے صحیح سمجھا ہے اس پر عمل (اور ایمان) واجب ہے اور یہ ضروری ہے کہ یہ روایات حقیقت میں بھی صحیح ہی ہیں۔“

اس پر مبنی الدین نووی کا اختلاف ذکر کرنے کے باوجود حافظ ابن کثیر الدمشقی لکھتے ہیں:
”اور یہ استنباط اچھا ہے... میں اس مسئلے میں ابن الصلاح کے ساتھ ہوں، انھوں
نے جو کہا اور راہنمائی کی ہے (وہی صحیح ہے) واللہ اعلم“

(اختصار علوم الحدیث مع تحقیق الشیخ الالبانی ج ۱ ص ۱۲۵، ۱۲۶)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

”اس کے بعد مجھے ہمارے استاد علامہ ابن تیمیہ کا کلام ملا جس کا مضمون یہ ہے:
جس حدیث کو (ساری) امت کی (بالاجماع) تلقی بالقبول حاصل ہے، اس کا قطعی الصحت
ہونا ائمہ کرام کی جماعتوں سے منقول ہے۔ ان میں قاضی عبدالوہاب المالکی، شیخ ابو حامد
الاسفرائینی، قاضی ابوالطیب الطبری اور شافعیوں میں سے شیخ ابواسحاق الشیرازی، حنابلہ میں
سے (ابو عبد اللہ الحسن) ابن حامد (البغدادی الوراق)، ابو یعلیٰ ابن الفراء، ابوالخطاب،
ابن الزاغونی اور ان جیسے دوسرے علماء، حنفیہ میں سے شمس الائمہ السرخسی سے یہی بات
منقول ہے۔ (کہ تلقی بالقبول والی احادیث قطعی الصحت ہیں)
ابن تیمیہ (رحمہ اللہ) نے فرمایا: اشاعرہ (اشعری فرقے) کے جمہور متکلمین مثلاً ابواسحاق
الاسفرائینی اور ابن نورک کا یہی قول ہے... اور یہی تمام اہل حدیث (محدثین کرام اور ان کے
عوام) اور عام سلف صالحین کا مذہب (دین) ہے۔ یہ بات ابن الصلاح نے بطور استنباط
کہی تھی جس میں انھوں نے ان اماموں کی موافقت کی ہے۔“

(اختصار علوم الحدیث ج ۱ ص ۱۲۷، ۱۲۸)

جو حدیث نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو جائے، اس کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ
فرماتے ہیں: اسے ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ (مناقب الشافعی للہبیتی ج ۱ ص ۲۸۳ و سندہ صحیح)
امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے تھے: ”متی روت عن رسول اللہ ﷺ حدیثاً
صحیحاً فلم آخذ بہ والجماعة۔ فأشهد کم أن عقلي قد ذهب“
جب میرے سامنے رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث بیان کی جائے اور میں اسے (بطور عقیدہ

و بطور عمل) نہ لوں تو گواہ رہو کہ میری عقل زائل ہو چکی ہے۔ (مناقب الشافعی ج ۴ ص ۴۷۷ سند صحیح)
معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک صحیح حدیث پر عمل نہ کرنے والا شخص پاگل ہے۔
امام شافعی خبر واحد (صحیح) کو قبول کرنا فرض سمجھتے تھے۔ (دیکھئے جامع العلم للشافعی ص ۸ فقرہ ۱)
امام شافعی نے امام احمد بن حنبل سے فرمایا: تم ہم سے زیادہ صحیح حدیثوں کو جانتے ہو، پس اگر
خبر (حدیث) صحیح ہو تو مجھے بتا دینا تاکہ میں اس پر عمل کروں چاہے (خبر) کوئی، بصری یا
شامی ہو۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/۱۷۰، سند صحیح، الحدیث: ۳۲ ص ۲۵)

معلوم ہوا کہ صحیح حدیث چاہے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہو یا سنن اربعہ و مسند احمد وغیرہ
میں ہو یا دنیا کی کسی معتبر و مستند کتاب میں صحیح سند سے موجود ہو تو اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا
فرض ہے۔ اسے ظنی، خبر واحد، مشکوک، اپنی عقل کے خلاف یا خلاف قرآن وغیرہ کہہ کر رد کر
دینا باطل، مردود اور گمراہی ہے۔

امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے رسول اللہ ﷺ کی (صحیح)
حدیث رد کی تو وہ شخص ہلاکت کے کنارے پر (گمراہ) ہے۔

(مناقب احمد ص ۱۸۲، سند حسن، الحدیث: ۲۶ ص ۲۸)

امام مالک کے سامنے ایک حدیث بیان کی گئی تو انھوں نے فرمایا: ”یہ حدیث حسن ہے، میں
نے یہ حدیث اس سے پہلے کبھی نہیں سنی“ اس کے بعد امام مالک اسی حدیث کے مطابق فتویٰ
دیتے تھے۔ (تقدمہ الجرح والتعديل لابن ابی حاتم ص ۳۱، ج ۱، سند حسن)

امام ابو حنیفہ کے بارے میں حنفی علماء یہ کہتے ہیں کہ صحیح حدیث ان کا مذہب تھا۔

عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: ”أما بالخبر الواحد فقال بجوازہ الأئمة الأربعة“

قرآن کی خبر واحد (صحیح) کے ساتھ تخصیص ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔

(غیث الغمام ص ۲۷۷)

معلوم ہوا کہ زمانہ تدوین حدیث کے بعد، اصول حدیث کی رو سے صحیح روایت کو ایمان،
عقائد، صفات اور احکام وغیرہ سب مسائل میں قبول کرنا فرض ہے۔ (۱۴/فروری ۲۰۰۷ء)

حافظ زبیر علی زئی

اضواء المصابیح

صفات باری تعالیٰ پر ایمان

[۸۷] وعن عمران بن حصین: أن رجلین من مزینة قالا: یا رسول اللہ! رأیت ما یعمل الناس الیوم ویکدحون فیہ؟ أشیء قضی علیہم ومضى فیہم من قدر سبق، أو فیما یستقبلون به مما أتاہم به نبیہم وثبتت الحجة علیہم؟ فقال: ((لا، بل شیء قضی علیہم ومضى فیہم)) وتصدیق ذلك فی کتاب اللہ عز وجل: ﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۖ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ رواہ مسلم.

(سیدنا) عمران بن حصین (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ مزینہ (قبیلے) کے دو آدمیوں نے (رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر) عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ آج کل جو اعمال اور سخت محنتیں کرتے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا ان پر اس کا فیصلہ پہلے سے ہی قضا و قدر میں لکھا جا چکا ہے یا آئندہ مستقبل میں ہوگا جیسے ان کے نبی تشریف لائے اور ان پر حجت قائم فرمادی؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: نہیں، بلکہ اس چیز کا فیصلہ پہلے سے ہی ہو چکا اور گزر چکا ہے۔ اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ہے: ﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۖ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ اور نفس (کی قسم) اور جس نے اسے برابر بنایا پھر اس کے دل میں اس (نفس) کی بدکاری اور پرہیزگاری ڈال دی۔ (الشمس: ۷، ۸) اسے مسلم (۲۶۵۰/۱۰) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث

① معلوم ہوا کہ تقدیر پہلے سے مقرر شدہ ہے اور انسان مجبور محض نہیں بلکہ اپنے اعمال

میں خود مختار ہے۔

⑤ حدیث اور قرآن ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

[۸۸] وعن أبي هريرة، قال: قلت: يا رسول الله! إني رجل شاب، وأنا أخاف على نفسي العنت، ولا أجد ما أتزوج به النساء، كأنه يستأذنه في الاختصاص، قال: فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فقال النبي ﷺ: ((يا أبا هريرة! جف القلم بما أنت لاقٍ، فاخص على ذلك أو ذر)) رواه البخاري.

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے (رسول اللہ ﷺ) سے کہا: یا رسول اللہ! میں نوجوان مرد ہوں اور مجھے اپنے آپ پر غلطی (زنا) کا ڈر ہے اور میرے پاس عورتوں سے شادی کرنے کی استطاعت (مال) نہیں ہے؟ (راوی نے کہا:) گویا وہ آپ (ﷺ) سے خفی ہو جانے کی اجازت مانگ رہے تھے۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:) آپ (ﷺ) خاموش رہے تو میں نے یہ بات دوبارہ اور سہ بارہ کہہ دی۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! تو جو کرنے والا ہے اس کے بارے میں (تقدیر کا) قلم خشک ہو چکا ہے، اس پر اگر تم خفی ہونا چاہتے ہو تو تمھاری مرضی ہے یا اسے چھوڑ دو۔

اسے بخاری (۵۰۷۶) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث

① تقدیر میں جو لکھا ہوا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تقدیر میں لکھا ہوا تھا کہ وہ زنا نہیں کریں گے بلکہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور یہ ہو کر رہا۔

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انتہائی متقی اور متبع کتاب و سنت تھے۔ وہ ہر وقت ہر لحاظ سے اپنے

آپ کو گناہوں اور غلطیوں سے بچانا چاہتے تھے۔

⑤ نبی کریم ﷺ نے مردوں کو خُصی ہو جانے سے منع فرمایا ہے۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۵۰۷۱، صحیح مسلم: ۱۴۰۴)

لہذا اس حدیث میں ((فاختص)) کا لفظ زہرا و منع پر محمول ہے۔

⑤ متقی شاگرد اگر غلط فہمی سے کوئی غلط سوال بھی کر دے تو استاد کو چاہئے کہ نرمی، تحمل اور حکمت عملی سے جواب دے۔

[۸۹] وعن عبد الله بن عمرو، قال: قال رسول الله ﷺ: ((إن

قلوب بني آدم كلها بين أصبعين من أصابع الرحمن كقلب واحد،

يصرفه كيف يشاء)) ثم قال رسول الله ﷺ: ((اللَّهُمَّ مُصَرِّفِ الْقُلُوبِ

صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ)). رواه مسلم

(سیدنا) عبد اللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: تمام بنی آدم کے دل ایک دل کی طرح رحمن (اللہ) کی دو انگلیوں

کے درمیان ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے انھیں پھیرتا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ((اللَّهُمَّ مُصَرِّفِ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ))

اے ہمارے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت پر پھیر

دے۔ اسے مسلم (۲۶۵۴/۱۷) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث

① دلوں کو اللہ ہی نیکی یا بدی کی طرف پھیرتا ہے۔ وہ بندوں کے افعال کا خالق ہے۔

② اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اور انگلیاں اس کی صفت ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور مخلوق

سے قطعاً مشابہ نہیں ہے۔ اس صفت کا انکار کرنا یا اسے مخلوق سے تشبیہ دینا دونوں طرح باطل

ہے اور گمراہوں کا عقیدہ ہے بلکہ صحیح عقیدہ صرف یہی ہے کہ قرآن و حدیث میں مذکور تمام

صفات باری تعالیٰ پر تمثیل، تعطیل اور تکلیف کے بغیر ایمان لایا جائے۔

لیس کمثلہ شیء وهو السميع البصير .

③ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ ہی کے حکم، ارادے اور مشیت سے ہو رہا ہے۔

[۹۰] وعن أبي هريرة ، قال : قال رسول الله ﷺ : ((ما من مولود إلا

يولد على الفطرة ، فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه ، كما

تنتج البهيمة بهيمة جمعاء ، هل تحسون فيها من جدعاء ؟ ثم يقول :

﴿ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ط ذَلِكَ

الدِّينُ الْقَيِّمُ ۖ ﴾ متفق عليه .

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر پیدا

ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی

بنادیتے ہیں جیسے (عام) جانور صحیح و سالم پیدا ہوتے ہیں۔ کیا تم ان میں سے کسی کا

کوئی عضو کٹا ہوا دیکھتے ہو؟

پھر آپ فرماتے ہیں: ﴿ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ

لِخَلْقِ اللَّهِ ط ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۖ ﴾ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو

پیدا کیا ہے۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی دینِ قیَم ہے۔ (الروم: ۳۰)

متفق علیہ (صحیح بخاری: ۱۳۵۸/۲۲ صحیح مسلم: ۲۶۵۸/۲۲)

فقہ الحدیث

① دنیا کے عام انسان دینِ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں

شرک و کفر کا شائبہ تک نہیں ہوتا لیکن ان کے والدین، رشتہ دار، دوست اور دوسرے لوگ

انہیں کافر و مشرک بنادیتے ہیں۔ اس کی تائید اس حدیثِ قدسی سے بھی ہوتی ہے جس میں

آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے تمام بندوں کو موحد (مسلم) پیدا کیا ہے اور

شیطانوں نے آکر انہیں دین سے بھٹکا دیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۶۵)

② اسلام دینِ فطرت ہے۔

③ دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ کافروں کے مرنے والے نابالغ بچوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ دیکھئے اضواء المصابیح ج ۳۹

④ بعض لوگ صحیح احادیث اور صفات باری تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں۔ یہ معتزلہ، خوارج، معطلہ، جہمیہ، روافض اور منکرین حدیث وغیرہ کہلاتے ہیں۔ انھوں نے اپنے نظریات قرآن وحدیث اور سلف صالحین سے نہیں لئے بلکہ اہل باطل اخلاف سے لئے ہیں یا خود گھڑ لئے ہیں۔

[۹۱] و عن أبي موسى قال: قام فينا رسول الله ﷺ بخمس

كلمات فقال: ((إن الله لا ينام ولا ينبغي له أن ينام، ويخفض القسط ويرفعه، يرفع إليه عمل الليل قبل عمل النهار، وعمل النهار قبل عمل الليل، حجابه النور، لو كشفه لأحرقت سبحات وجهه ما انتهى إليه بصره من خلقه)) رواه مسلم.

سیدنا ابو موسیٰ (الاشعریؓ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر ہمیں پانچ باتیں بتائیں، آپ نے فرمایا: (۱) اللہ نہیں سوتا (۲) اور نہ اس کے لئے سونا مناسب ہے۔ (۳) وہ میزان کو جھکاتا اور اٹھاتا ہے۔ (۴) رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے اس کے پاس پہنچتے یعنی حاضر کئے جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے پہنچتے ہیں۔ (۵) اس کا حجاب نور ہے اور اگر وہ اپنے نور کے پردے کھول دے تو اس کی بصر و چمک جہاں تک پہنچے وہ ہر مخلوق کو جلادے۔ اسے مسلم (۱۷۹/۲۹۳) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث

① اللہ کی بصر ساری کائنات کو محیط ہے۔ اس کی بصر، علم اور قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

② اللہ جسے چاہتا ہے، نیکی کی توفیق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے، گمراہیوں میں بھٹکا ہوا چھوڑ دیتا ہے۔ سب اسی کی تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے۔

③ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہیں ہے لیکن دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ آخرت

میں اہل ایمان اپنے رب کا دیدار کریں گے۔

[۹۲] وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ((يد الله ملأى لا تغيضها نفقة، سحاء الليل والنهار، أرأيت ما أنفق مذ خلق السماء والأرض؟ فإنه لم يغض ما في يده، وكان عرشه على الماء، وبيده الميزان يخفض ويرفع)) متفق عليه .
وفي رواية لمسلم: ((يمين الله ملأى - قال ابن نمير ملآن - سحاء لا يغيضها شيء الليل والنهار))

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، دن رات خرچ کرنے سے اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔
کیا تم جانتے ہو کہ جب سے اس نے زمین و آسمان پیدا کئے اُس نے کیا کچھ خرچ کیا ہے؟ اس کے ہاتھ میں (جو خزانہ ہے اس میں) کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان ہے جسے وہ جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے۔
متفق علیہ (صحیح بخاری: ۴۶۸۴، صحیح مسلم: ۹۹۳/۳۷)
مسلم (۹۹۳/۳۶) کی روایت میں ہے کہ اللہ کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے اور ابن نمیر (ایک ثقہ راوی) کی روایت میں ہے کہ اللہ کے دونوں ہاتھ بھرے ہوئے ہیں، دن رات خرچ کرنے سے اس (کے خزانے) میں کمی نہیں ہوتی۔

فقہ الحدیث:

- ① ساری کائنات اور ہر چیز کا خالق صرف ایک اللہ ہے۔ وہ اگر اپنی مخلوقات کو اپنے پیدا کردہ خزانوں میں سے بے انتہا بخش دے تب بھی اس کے خزانوں میں کمی نہیں ہوتی۔
- ② اللہ تعالیٰ سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے۔
- ③ اللہ کا ہاتھ اس کی صفت ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ منکرین صفات کا ہاتھ سے قدرت مراد لینا باطل ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

الحديث: ۳۵

توضیح الاحکام

کلمہ طیبہ کا ثبوت

سوال: کیا کلمہ طیبہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کا ثبوت کسی صحیح حدیث میں ملتا ہے؟
تحقیق سے جواب دیں۔ جزا کم اللہ خیراً۔ [حبیب محمد، بیڑ۔ دیر]
الجواب: الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی رسولہ الامین، أما بعد:
امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے فرمایا:

”أخبرنا أبو عبد الله الحافظ: ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب: ثنا
محمد بن إسحاق: ثنا يحيى بن صالح الوحاظي: ثنا إسحاق بن
يحيى الكلبي: ثنا الزهري: حدثني سعيد بن المسيب أن أبا هريرة
رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال: ((أنزل الله تعالى في كتابه فذكر
قومًا استكبروا فقال: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
يَسْتَكْبِرُونَ﴾ وقال تعالى: ﴿إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ
الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى
الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ط
وهي: لا إله إلا الله محمد رسول الله)) استكبر عنها المشركون
يوم الحديبية يوم كاتبهم رسول الله ﷺ في قضية المدة.“

ہمیں ابو عبد اللہ الحافظ (امام حاکم، صاحب المستدرک) نے خبر دی (کہا): ہمیں
ابو العباس محمد بن یعقوب (الاصم) نے حدیث بیان کی (کہا): ہمیں محمد بن اسحاق
(بن جعفر، ابوبکر الصغانی) نے حدیث بیان کی (کہا): ہمیں یحییٰ بن صالح

الوحاظی نے حدیث بیان کی (کہا): ہمیں اسحاق بن یحییٰ الکلی نے حدیث بیان کی (کہا): ہمیں (ابن شہاب) الزہری نے حدیث بیان کی (کہا): مجھے سعید بن المسیب نے حدیث بیان کی، بے شک انھیں (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے حدیث بیان کی (....) فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا تو تکبر کرنے والی ایک قوم کا ذکر کر کے فرمایا: یقیناً جب انھیں لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہے تو تکبر کرتے ہیں۔ (الصُّفَّت: ۳۵)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب کفر کرنے والوں نے اپنے دلوں میں جاہلیت والی ضد رکھی تو اللہ نے اپنا سکون و اطمینان اپنے رسول اور مومنوں پر اتارا اور ان کے لئے کلمۃ التقویٰ کو لازم قرار دیا اور وہ اس کے زیادہ مستحق اور اہل تھے۔ (الف: ۲۶)

اور وہ (کلمۃ التقویٰ) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

(صلح) حدیبیہ والے دن جب رسول اللہ ﷺ نے مدت (مقرر کرنے) والے فیصلے میں مشرکین سے معاہدہ کیا تھا تو مشرکوں نے اس کلمے سے تکبر کیا تھا۔

(کتاب الاسماء والصفات ص ۱۰۵، ۱۰۶، دوسرا نسخہ ص ۱۳۱، تیسرا نسخہ مطبوعہ انوار محمدی الہ آباد ۱۳۱۳ھ ص ۸۱ باب ماجاء فی فضل الکلمۃ الباقیۃ فی عقب ابراہیم علیہ السلام)

اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔

حاکم، اصم، محمد بن اسحاق الصغانی، زہری اور سعید بن المسیب سب اعلیٰ درجے کے ثقہ ہیں۔

۱: یحییٰ بن صالح الوحاظی صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ تھے۔ امام ابو حاتم الرازی نے کہا: صدوق، امام یحییٰ بن معین نے کہا: ”ثقة“

(المجرح والتعديل لابن ابی حاتم ۱۵۸/۹ وسندہ صحیح)

امام بخاری نے فرمایا: ویحییٰ ثقة (کتاب الضعفاء الصغیر: ۱۴۵، طبع ہندیہ)

یحییٰ بن صالح پر درج ذیل علماء کی جرح ملتی ہے:

۱: احمد بن حنبل ۲: اسحاق بن منصور ۳: عقیلی ۴: ابو احمد الحاکم

امام احمد کی جرح کی بنیاد ایک مجہول انسان ہے۔ دیکھئے الضعفاء للعقيلي (۴۰۸/۴)
یہ جرح امام احمد کی توثیق سے معارض ہے۔
ابوزرعة الدمشقي نے کہا: ”لم يقل يعني أحمد بن حنبل في يحيى بن صالح إلا خيراً“
احمد بن حنبل نے یحییٰ بن صالح کے بارے میں صرف خیر ہی کہا ہے۔
(تاریخ دمشق لابن عساكر ۶۸/۷۸ وسنده صحيح)
اسحاق بن منصور کی جرح کا راوی عبداللہ بن علی ہے۔ (الضعفاء للعقيلي ۴۰۹/۴)
عبداللہ بن علی کا ثقہ و صدوق ہونا ثابت نہیں ہے لہذا یہ جرح ثابت نہیں ہے۔ عقيلي کی
جرح الضعفاء الکبير میں نہیں ملی لیکن تاریخ دمشق میں یہ جرح ضرور موجود ہے۔ (۷۹/۶۸)
اس جرح کا راوی یوسف بن احمد غیر موثق (مجہول الحال) ہے لہذا یہ جرح بھی ثابت
نہیں ہے۔
ابو احمد الحاکم (اور بشرط صحت احمد، اسحاق بن منصور اور عقيلي) کی جرح جمہور محدثین کی توثیق
کے مقابلے میں مردود ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا:
”ثقة في نفسه، تكلم فيه لرأيه“ وہ بذاتِ خود ثقہ تھے، ان کی رائے کی وجہ سے
(ابو احمد الحاکم وغیرہ کی طرف سے) ان میں کلام کیا گیا ہے۔
(معرفۃ الرواة المتكلم فيهم بما لا يوجب الرد: ۳۶۷)
حافظ ابن حجر نے کہا: خالد (بن مخلد) اور یحییٰ بن صالح دونوں ثقہ ہیں۔
(فتح الباری ج ۹ ص ۵۲۴ تحت ح ۵۳۷ کتاب الأَطعمة باب الأكل مما يليه)
اور کہا: صدوق من أهل الرأي (تقریب التہذیب: ۷۵۶۸)
تقریب التہذیب کے محققین نے لکھا ہے: ”بل ثقة“، بلکہ وہ ثقہ ہے۔ (التحریر ج ۴ ص ۸۸)
خلاصۃ التحقيق: یحییٰ بن صالح ثقہ و صحیح الحدیث ہیں۔
۲: اسحاق بن یحییٰ بن علقمہ الکلی الحمصی العوصی صحیح بخاری کے (شواہد کے) راوی ہیں۔
دیکھئے صحیح البخاری (۶۸۲، ۱۳۵۵، ۳۲۹۹، ۳۲۴۳، ۳۹۲۷، ۶۶۴۷، ۷۰۰۰، ۷۱۷۱، ۷۳۸۲)

حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (ج ۶ ص ۴۹) اور صحیح ابن حبان میں ان سے روایت لی ہے۔ (الاحسان: ۶۰۷)

دارقطنی نے کہا: ”أحاديثه صالحة وبخاري يستشهد به ولا يعتمد في الأصول“ ان کی حدیثیں صالح (اچھی) ہیں، بخاری شواہد میں ان سے روایت لیتے ہیں اور اصول میں ان پر اعتماد نہیں کرتے۔ (سوالات الحاکم للدارقطنی: ۲۸۰)

تنبیہ: امام بخاری شواہد میں جس راوی سے روایت لیتے ہیں وہ ان کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے (الایہ کہ کسی خاص راوی کی تخصیص ثابت ہو جائے) دیکھئے شروط الأئمة الستة للمحمد بن طاهر المقدسی (ص ۱۸ اور سرانضد ص ۱۴)

ابوعوانہ نے صحیح ابی عوانہ (المستخرج علی صحیح مسلم) میں ان سے روایت لی ہے۔ (ج ۲ ص ۲۹۳) حافظ ابن حجر نے کہا: ”صدوق، قیل: إنه قتل أباه“ سچا ہے، کہا گیا ہے کہ اس نے اپنے باپ کو قتل کیا تھا۔ (تقریب التہذیب: ۳۹۱)

باپ کو قتل کرنے والا قصہ تہذیب الکمال (طبع مؤسستہ الرسالہ ج ۱ ص ۲۰۲) میں بغیر کسی سند کے ”أبو عوانة الأسفرائني عن أبي بكر الجذامي عن ابن عوف قال: يقال“ سے مروی ہے۔ یہ قصہ کئی لحاظ سے مردود ہے:

① ابوعوانہ تک سند غائب ہے۔

② ابوبکر الجذامی نامعلوم ہے۔

③ يقال (کہا جاتا ہے) کا قائل نامعلوم ہے۔

صاحب تہذیب الکمال نے بغیر کسی سند کے محمد بن یحییٰ الذہلی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اسحاق بن یحییٰ کو طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا اور کہا: ”مجهول: لم أعلم له رواية غير يحيى بن صالح الوحاظي فإنه أخرج إليّ له أجزاء من حديث الزهري فوجدتها مقاربة فلم أكتب منها إلا شيئاً يسيراً“

مجهول ہے، میرے علم میں یحییٰ بن صالح الوحاظی کے سوا کسی نے اس سے روایت بیان نہیں

کی۔ انھوں نے میرے سامنے اس کی زہری سے حدیثوں کے اجزاء پیش کئے تو میں نے دیکھا کہ یہ روایات مقارب (صحیح و مقبول اور ثقہ راویوں کے قریب قریب) ہیں۔ میں نے ان میں سے تھوڑی روایتیں ہی لکھی ہیں۔ (ج ۱ ص ۲۰۲)

حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ الحازمی (متوفی ۵۹۱ھ) نے امام زہری کے شاگردوں کے طبقہ ثانیہ کے بارے میں کہا کہ وہ مسلم کی شرط پر ہیں۔ (شرط الائمۃ الختمہ ص ۵۷)

معلوم ہوا کہ یہ راوی امام محمد بن یحییٰ الذہلی کے نزدیک مجہول ہونے کے ساتھ ثقہ و صدوق اور مقارب الحدیث ہے (!) ورنہ یہ جرح جمہور محدثین کے مقابلے میں مردود ہے۔ خلاصۃ التحقيق: اسحاق بن یحییٰ الکمی حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ والی یہی روایت شعیب بن ابی حمزہ نے ”عن الزہری عن سعید بن المسیب عن أبي هريرة“ کی سند سے بیان کر رکھی ہے۔

(کتاب الایمان لابن مندہ ج ۱ ص ۳۵۹ ح ۹۹ و سندہ صحیح ابی شعیب ابن ابی حمزہ)

اس شاہد کے ساتھ اسحاق بن یحییٰ کی روایت مزید قوی ہو جاتی ہے۔ واللہ دوسری دلیل: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ حافظ ابن حزم لکھتے ہیں: ”فهذا إجماع صحيح كما لإجماع على قول لا إله إلا الله محمد رسول الله“ پس یہ اجماع صحیح ہے جیسا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کلمے پر اجماع ہے۔ (المحلی ج ۱ ص ۴۲۳، العین، مسئلہ: ۳۰۲۵)

حافظ ابن حزم مزید لکھتے ہیں:

”وكذلك ما اتفق عليه جميع أهل الإسلام بلاخلاف من أحد منهم من تلقين موتاهم: لا إله إلا الله محمد رسول الله“

اور اسی طرح تمام اہل اسلام بغیر اختلاف کے اس پر متفق ہیں کہ مرنے والوں کو (موت کے وقت) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (پڑھنے) کی تلقین کرنی چاہئے۔

(الفصل فی الملل والاعواء والنحل ج ۱ ص ۱۶۲، الرد علی من زعم أن الانبياء عليهم السلام ليسوا أنبياء اليوم)

معلوم ہوا کہ کلمہ اخلاص: کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا صحیح حدیث اور اجماع سے ثبوت موجود ہے۔ والحمد لله وصلى الله على نبيه وسلم .
تنبیہ: ”مفتی“ محمد اسماعیل طور و دیوبندی نے ”شش کلمے“ کے تحت لکھا ہے:
” کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
(ترجمہ) نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔
(البخاری، مسلم ج ۱ ص ۷۳) “

(مختصر نصاب ص ۲۴ طبع ۲۰۰۵ء دارالافتاء جامعہ اسلامیہ، صدر کماران مارکیٹ راولپنڈی)
یہ مکمل کلمہ نہ تو صحیح بخاری کی کسی حدیث میں لکھا ہوا ہے اور نہ صحیح مسلم کی کسی حدیث میں اس طرح موجود ہے۔ مفتی بنے ہوئے علماء کو اپنی تحریروں میں احتیاط کرنی چاہئے اور غلط حوالوں سے کلی اجتناب کرنا چاہئے۔ وما علينا إلا البلاغ (۱۶/فروری ۲۰۰۷ء)
بے سند جرح و تعدیل اور اوکاڑوی کلچر
سوال: امین اوکاڑوی لکھتے ہیں:

”آج کل راویوں کے حالات کا دار و مدار تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب، خلاصۃ التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال وغیرہ کی کتابوں پر ہے اور یہ سب کتابیں بے سند ہیں۔ آٹھویں صدی کا آدمی پہلی صدی کے آدمی کو ثقہ اور ضعیف کہہ رہا ہے اور درمیان میں سات سو سال کی کوئی سند نہیں کیا ان کتابوں کا بھی انکار کر دو گے؟“

(مجموعہ رسائل جدید ایڈیشن ۲/۲۴، ادارہ خدام احناف لاہور)
سوال یہ ہے کہ کیا یہ کتابیں بے سند ہیں اور آٹھویں صدی کے آدمی پہلے صدی کے آدمی پر بغیر کسی سند کے جرح کرتے ہیں؟ وضاحت فرمائیں۔ اللہ آپ کی زندگی میں برکت دے۔ آمین

(ابو جواد شیرزادہ ہمدرد، ڈوگرہ۔ دیر بالا ۲۴ جنوری ۲۰۰۷ء)

الجواب: مذکورہ مشہور و متواتر اور ثابت شدہ کتابوں میں بعض اقوال بے سند ہیں اور بعض اقوال باسند ہیں۔ باسند اقوال کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

۱: احمد بن حنبل بن حرب القومسی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

”نسبه أبو حاتم إلى الكذب“ ابو حاتم نے اسے کذب (جھوٹ) کی طرف منسوب کیا ہے۔ (تقریب التہذیب: ۳۴)

حافظ ابن حجر کی پیدائش سے صدیوں پہلے امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا:

”أحمد بن حنبل القومسي كذاب“ (الجرح والتعديل ج ۲ ص ۵۰ ت ۴۹)

۲: تہذیب التہذیب کے پہلے راوی احمد بن ابراہیم بن خالد الموصلی کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ”وقال إبراهيم بن الجنييد عن ابن معين: ثقة صدوق“ (ج ۱ ص ۹)

حافظ ابن حجر کی ولادت سے صدیوں پہلے والی کتاب سوالات ابن الجنیید میں لکھا ہوا ہے کہ یحییٰ بن معین سے حارث النقال اور احمد بن ابراہیم الموصلی کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ”ثقتين صدوقين“ دونوں ثقہ صدوق ہیں۔ (سوالات ابن الجنیید: ۱۱۴)

۳: خلاصۃ تہذیب تہذیب الکمال للحرر جی کے پہلے راوی احمد بن ابراہیم بن خالد الموصلی کے بارے میں خزرجی (متوفی ۹۲۳ھ) نے امام یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”لیس به بأس“ یہ قول یعنی کتاب الجرہ والتعذیل میں امام یحییٰ بن معین سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ (ج ۲ ص ۳۹ ت ۱)

۴: حافظ ذہبی کی کتاب تذکرۃ الحفاظ کے شروع میں انھوں نے ایک روایت لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا ابو بکر الصديق رضی اللہ عنہ نے احادیث کا ایک مجموعہ لکھا تھا جسے بعد میں انھوں نے جلادیا تھا۔ (ج ۱ ص ۵ ت ۱)

یہ روایت حافظ ذہبی نے حاکم نیشاپوری سے مکمل سند و متن کے ساتھ نقل کر کے لکھا ہے:

”فهذا لا يصح“ پس یہ صحیح نہیں ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۵)

تنبیہ: محمد زکریا تبلیغی دیوبندی نے اپنی کتاب حکایات صحابہ میں یہی روایت حافظ ذہبی کی

جرح ذکر کئے بغیر نقل کر رکھی ہے۔ (ص ۹۸، آنکھوں باب) !
حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے تو سند نقل کر کے جرح کر رکھی ہے اور زکریا صاحب اسے جرح کے ذکر
کے بغیر ہی اردو عوام کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔!

۵: حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے پہلے راوی ابان بن اسحاق المدنی کے بارے میں
ابو الفتح الازدی (مجروح) کی جرح نقل کر کے اسے رد کر دیا اور کہا: اسے عجل نے ثقہ کہا ہے۔
(ج ۱ ص ۵۱)

احمد العجلی رحمہ اللہ کا قول ”ثقة“ تاریخ العجلی میں مذکور ہے۔ (ص ۵۰ تا ۱۲)
تنبیہ: میزان الاعتدال میں غلطی کی وجہ سے ”وثقه أحمد والعجلي“ چھپ گیا ہے جب
کہ صحیح ”وثقه أحمد العجلي“ ہے۔ (نیز دیکھئے حاشیہ تہذیب الکمال، تحقیق بشار عواد معروف ج ۲ ص ۶)
معلوم ہوا کہ اوکاڑوی صاحب کا یہ کہنا ”اور سب کتابیں بے سند ہیں“ غلط اور مردود ہے۔
تنبیہ بلغ: ان مذکورہ کتابوں اور دوسری کتابوں میں جو اقوال و افعال مروی ہیں ان کی
تحقیق کرنے کے بعد ہی انھیں بطور حجت پیش کرنا چاہئے۔ ثابت شدہ گواہیوں کو جمع کر کے
جمہور قابل اعتماد محدثین کی تحقیق کو ہی ترجیح دینی چاہئے۔

بعض اوقات کسی راوی پر ان کتابوں میں جرح منقول تو ہوتی ہے لیکن اپنے قائل سے
باسند صحیح ثابت نہیں ہوتی مثلاً مؤمل بن اسماعیل پر تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب اور
میزان الاعتدال میں امام بخاری کی جرح ”منکر الحدیث“ مروی ہے حالانکہ یہ جرح
امام بخاری سے ثابت ہی نہیں ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۱ ص ۱۹ و اثبات التعديل في
توثيق مؤمل بن اسماعيل، اقوال جرح: ۶

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ امین اوکاڑوی کلچر والے لوگ دن رات یہ بے سند جرح
مؤمل بن اسماعیل پر فٹ کر رہے ہیں اور پھر کہتے ہیں: ”اور یہ سب کتابیں بے سند ہیں!!“
ان لوگوں کی یہ حرکت ظلم عظیم نہیں تو کیا ہے؟

(۸ فروری ۱۴۲۷ھ)

رفع یدین کے خلاف ایک بے اصل روایت اور طاہر القادری صاحب سوال: جناب حافظ صاحب بندہ آپ کے ”الحدیث“ کا مطالعہ کرتا ہے الحمد للہ آپ خوب محنت شاقہ سے اس کا اصدار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو قائم و دائم رکھے۔ آمین

پچھلے دنوں ہمارے ایک محسن ڈاکٹر طاہر حسین صاحب جو ہمارے قریب ہی ٹیکسٹائل یونیورسٹی میں لیکچرار ہیں، انھوں نے بتایا کہ طاہر القادری کی کتاب انٹرنیٹ پر انھوں نے دی ہے۔ جس کا نام منہاج السوی انھوں نے رکھا ہے اور اس کے اندر رفع الیدین کی احادیث کو صحیحین اور دوسری کتب سے توڑ مروڑ کر ذکر کیا ہے تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ ان کا جواب مطلوب ہے تو الحمد للہ کوشش کرنے کے بعد آپ کی کتاب نور العینین مل گئی جس میں مطلوبہ جواب بھی حاصل ہو گئے مگر ایک دلیل جو انھوں نے ۱۱۴ نمبر پر ذکر کی ہے جس کا متن یہ ہے:

”عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه قال: إن العشرة الذين بشر لهم

رسول الله ﷺ بالجنة ما كانوا يرفعون أيديهم إلا لإففتاح الصلاة،

قال السمرقندي: وخلاف هؤلاء الصحابة قبيح“

اس کی تخریج انھوں نے کی ہے۔ اخرجہ السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء (۱۳۲/۱، ۱۳۳) والکاسانی فی بدائع الصنائع (۲۰۷/۱) والعینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (۲۷۲/۵)

تو نور العینین میں تلاش کرنے سے اس کا جواب نہیں مل سکا لہذا معذرت سے آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ اس اثر کی پوری تحقیق کر کے بندہ کو ارسال کر دیں۔ جوابی لفافہ ساتھ ہے اور اگر پہلے یہ آپ کی نظر سے نہیں گزری تو الحدیث میں بھی اس کو تحریر کریں تاکہ باقی قارئین الحدیث بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔ جزاکم اللہ خیراً فی الدنیا والآخرۃ۔

(سید عبدالحلیم چک نمبر ۲۰۳ ر۔ ب مانا نوالہ فیصل آباد)

الجواب:

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسول الله الأمين ، أما بعد:

مشہور ثقہ امام عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”الإسناد من الدين ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء“

اسناد دین میں سے ہیں (اور) اگر سند نہ ہوتی تو جس کے جودل میں آتا کہتا۔

(صحیح مسلم، ترمذی، دارالسلام: ۳۲، ماہنامہ منہاج القرآن لاہور ج ۲۰ شمارہ: ۱۱، نومبر ۲۰۰۶ء ص ۲۲)

اس سنہری قول سے معلوم ہوا کہ بے سند بات مردود ہوتی ہے۔ ادارہ منہاج القرآن کے بانی محمد طاہر القادری صاحب اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”پس روایت حدیث، علم حدیث، علم تفسیر اور مکمل دین کا مدار اسناد پر ہے۔ سند کے

بغیر کوئی چیز قبول نہ کی جاتی تھی۔“ (ماہنامہ منہاج القرآن ج ۲۰ شمارہ: ۱۱ ص ۲۳)

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ علاء الدین محمد بن احمد بن ابی احمد السمرقندی نے

تحفۃ الفقہاء نامی کتاب میں لکھا ہے: ”والصحيح مذهبا لما روي عن ابن

عباس أنه قال: إن العشرة الذين بشر لهم رسول الله ﷺ بالجنة ما

كانوا يرفعون أيديهم إلا لفتح الصلوة .

قال السمرقندي : وخلاف هؤلاء الصحابة قبيح“

اور صحیح ہمارا (حنفی) مذہب ہے، اس وجہ سے کہ جواب ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت

کیا گیا ہے کہ انھوں نے فرمایا: بے شک عشرہ مبشرہ جنھیں رسول اللہ ﷺ نے

جنت کی خوش خبری دی، وہ شروع نماز کے سوارفع یدین نہیں کرتے تھے۔ سمرقندی

نے کہا: اور ان صحابہ کی مخالفت بُری (حرکت) ہے۔ (ج ۱ ص ۱۳۲، ۱۳۳، دوسرا نسخہ ص ۶۶، ۶۷)

سمرقندی کے بعد تقریباً یہی عبارت علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی (متوفی

۵۸۷ھ) نے بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (ج ۱ ص ۲۰۷) میں اور بدرالدین محمود بن

احمد العینی (متوفی ۸۵۵ھ) نے بحوالہ بدائع الصنائع اپنی کتاب عمدۃ القاری (ج ۵ ص ۲۷۲)

میں نقل کر رکھی ہے۔ ملا کاسانی نے بدائع الصنائع کے شروع میں یہ اشارہ کر دیا ہے کہ انھوں

نے اپنے استاد محمد بن احمد بن ابی احمد السمرقندی سے لے کر اپنی کتاب مرتب کی ہے۔ (ج ۱ ص ۲)

معلوم ہوا کہ اس روایت کا دار و مدار سمرقندی مذکور پر ہے۔ سمرقندی صاحب ۵۵۳ ہجری میں فوت ہوئے۔ دیکھئے معجم المؤلفین (ج ۳ ص ۶۷-۱۱۷) یعنی وہ پانچویں یا چھٹی صدی ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ فقیر محمد جہلمی تقلیدی نے انھیں حدیقہ ششم (چھٹی صدی کے فقہاء و علماء کے بیان) میں ذکر کیا ہے۔ (حدائق الحنفیہ ص ۲۶۷) سمرقندی مذکور سے لے کر صدیوں پہلے ۶۸ھ میں فوت ہونے والے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تک کوئی سند اور حوالہ موجود نہیں ہے لہذا یہ روایت بے سند اور بے حوالہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

تنبیہ بلغ: ایسی بے سند و بے حوالہ روایت کو ”آخر جہ السمرقندی فی تحفة الفقہاء“ إلخ اس کی تخریج سمرقندی نے تحفة الفقہاء میں کی ہے إلخ کہہ کر سادہ لوح عوام کو دھوکا نہیں دینا چاہئے۔ لوگ تو یہ سمجھیں گے کہ سمرقندی کوئی بہت بڑا محدث ہوگا جس نے یہ روایت اپنی سند کے ساتھ اپنی کتاب تحفة الفقہاء میں نقل کر رکھی ہے۔ حالانکہ سمرقندی کا محدث ہونا ہی ثابت نہیں ہے بلکہ وہ ایک تقلیدی فقیہ تھا جس نے یہ روایت بغیر کسی سند اور حوالے کے ”رؤی“ کے گول مول لفظ سے لکھ رکھی ہے۔ اب عوام میں کس کے پاس وقت ہے کہ اصل کتاب کھول کر تحقیق کرتا پھرے۔!

عام طور پر غیر ثابت اور ضعیف روایت کے لئے صیغہ تمریض ”رؤی“ وغیرہ کے الفاظ بیان کئے جاتے ہیں، دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح مع شرح العراقي (ص ۱۳۶-۱۳۷) لہذا جس روایت کی کوئی سند سرے سے موجود ہی نہ ہو اور پھر بعض الناس اسے ”رؤی“ وغیرہ الفاظ سے بیان کریں تو ایسی روایت موضوع، بے اصل اور مردود ہی ہوتی ہے۔ سمرقندی و کاسانی کی پیش کردہ یہ بے سند و بے حوالہ روایت متن اور اصول روایت و اصولِ درایت کے لحاظ سے بھی مردود ہے۔

دلیل اول: امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۵ھ) فرماتے ہیں:

”حدثنا هشيم قال: أخبرنا أبو جمرة قال: رأيت ابن عباس يرفع

يديه إذا افتتح الصلوة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع“
ہمیں ہشیم نے حدیث بیان کی، کہا: ہمیں ابو جمرہ نے خبر دی، کہا: میں نے ابن عباس
(رضی اللہ عنہ) کو دیکھا آپ شروع نماز اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے
وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۵ ح ۲۳۳۱)

اس روایت کی سند حسن لذاتہ یا صحیح ہے۔ معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بذات
خود رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین کرتے تھے لہذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انھوں نے رفع یدین
کے خلاف کوئی روایت بیان کر رکھی ہو۔ من ادعی خلافہ فعلیہ أن يأتي بالدلیل .
دلیل دوم: عشرہ مبشرہ میں سے اول صحابی سیدنا ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور
رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ دیکھئے امام بیہقی کی کتاب السنن الکبریٰ (ج ۲ ص ۷۳)
وقال: ”رواته ثقات“ اس کے راوی ثقہ (قابل اعتماد) ہیں۔

تنبیہ: اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور اس پر بعض الناس کی جرح مردود ہے۔ دیکھئے
میری کتاب نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین (ص ۱۱۹ تا ۱۲۱)

دلیل سوم: سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین مروی
ہے۔ دیکھئے نصب الرایہ (ج ۱ ص ۴۱۶) و مسند الفاروق لابن کثیر (ج ۱ ص ۱۶۵، ۱۶۶)
و شرح سنن الترمذی لابن سید الناس (قلمی ج ۲ ص ۲۱۷) و سندہ حسن، دیکھئے نور العینین
(ص ۱۹۵ تا ۲۰۴) اس روایت کی سند حسن ہے اور یہ روایت شواہد کے ساتھ صحیح لغیرہ ہے۔

دلیل چہارم: سیدنا ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک صحابی
سے بھی رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کا ترک، ممانعت یا منسوخیت قطعاً ثابت نہیں ہے۔

تنبیہ: طاہر القادری صاحب نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے
ترک رفع یدین کی تین روایات لکھی ہیں۔ (المہاج السوی طبع چہارم ص ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲)
یہ تینوں روایات اصول حدیث کی رو سے ضعیف ہیں۔ دیکھئے نور العینین (ص ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۶)
ان میں سے پہلی روایت کے راوی محمد بن جابر پر خود امام دارقطنی و امام بیہقی نے جرح

کر رکھی ہے۔ اہل سنت کے جلیل القدر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: ”ہذا حدیث منکر“ یہ حدیث منکر ہے۔

(المسائل: روایۃ عبد اللہ بن احمد ج ۱ ص ۲۳۲ ت ۳۲۷)

ابھی تک ماہنامہ الحدیث حضرو اور نور العینین کی محولہ تنقید و جرح کا کوئی جواب ہمارے پاس نہیں آیا۔ والحمد للہ

خلاصۃ التحقيق: محمد طاہر القادری صاحب کی مسئلہ روایت مذکورہ بے سند اور بے حوالہ ہونے کی وجہ سے بے اصل، باطل اور مردود ہے۔ وما علينا إلا البلاغ (۹ فروری ۲۰۰۷ء)

نماز میں قرآن کی آیات کا تصدیقی جواب

سوال: نماز میں قرآن کی چند آیات کا جواب دینا کیسا ہے؟ جیسا کہ احادیث میں ہے، کیا یہ درست ہے اور ان کا جواب تمام مقتدیوں کو دینا چاہیے یا کہ صرف امام کو؟ اور مقتدی اگر جواب دے تو وہ جہری طور پر دے یا دل میں؟ (ایک سائل)

الجواب: صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رات کی نماز میں تسبیح والی آیت پڑھتے تو تسبیح فرماتے، جب دعا والی آیت پڑھتے تو دعا فرماتے اور جب تعوذ والی آیت پڑھتے تو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے تھے۔ (۷۷۲ ح)

امام ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھی۔ جب آپ نے ﴿سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ کی تلاوت کی تو کہا: ”سبحان ربی الاعلیٰ“ (المصنف لابن ابی شیبہ ۵۰۸/۲)

تقریباً یہی عمل عمران بن حصین اور عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے ثابت ہے۔ (ایضاً) لہذا امام کیلئے جائز ہے کہ جمعہ وغیرہ میں کسی آیت کی تلاوت کے بعد کبھی کبھار اس کا جواب بھی عربی زبان میں ہی جہر یا سر آدے دے تاہم مجھے ایسی کوئی دلیل نہیں ملی کہ مقتدی حضرات بھی آیات کا جواب دیں گے لہذا نمازیوں کو چاہئے کہ وہ حالت جہر میں امام کے پیچھے صرف سورہ فاتحہ پڑھیں۔ واللہ اعلم [شہادت فروری ۲۰۰۰ء] (۲۰ فروری ۲۰۰۷ء)

ابن بشیر الحسینی

پانی کے احکام (تلخیص و تہذیب)

انتہائی اختصار کے ساتھ کتاب و سنت کی روشنی میں پانی کے احکام پیش خدمت ہیں:

۱: وہ پانی جو عام ہے، پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے اس کی کئی قسمیں ہیں:
۱۔ بارش کا پانی: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”اور آسمان سے تم پر بارش برسادی تاکہ تمہیں پاک کر دے۔“ (الانفال: ۱۱)

نیز فرمایا: ”اور ہم نے آسمان سے پاک پانی نازل کیا۔“ (الفرقان: ۴۸)
رسول اللہ ﷺ بارش کو دیکھ کر دعا فرماتے: ”اے اللہ! فائدہ دینے والی بارش برسا۔“
(صحیح البخاری: ۱۰۳۲)

۲۔ برف کا پانی: رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کے جنازے پر دعا فرمائی:
اے اللہ... اور اسے پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال۔
(صحیح مسلم: ۹۶۳ و ترمذی: ۲۲۳۲)

۳۔ اولوں کا پانی: دلیل برف کے پانی میں گزر چکی ہے۔
۴۔ سمندروں (اور دریاؤں) کا پانی: رسول اللہ ﷺ نے سمندر اور دریا کے پانی کے متعلق فرمایا: ”سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار (مچھلی) حلال ہے۔“
(موطأ امام مالک: ۱۲، ابوداؤد: ۸۳ و سندہ صحیح)

امام ابن خزیمہ نے مذکورہ حدیث پر باب باندھا ہے کہ ”سمندر کے پانی سے وضو اور غسل کرنا صحیح ہے کیونکہ اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار (مچھلی) حلال ہے۔“ (ح ۱۱۱)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”دو طرح کے سمندر ایک جیسے نہیں ہو سکتے جن میں ایک کا پانی میٹھا پیاس بجھانے والا اور پینے میں خوشگوار اور دوسرا کھاری ہو، سخت کڑوا۔“ (فاطر: ۱۲)

۵۔ نہروں کا پانی: ایک لمبی حدیث جس کا ایک حصہ یہ ہے کہ ”اور اگر اس (گھوڑے) کا گزر کسی نہر سے ہوا، اس نے وہاں سے پانی پیا، گو اس کے مالک کا ارادہ پانی پلانے کا نہ تھا تب بھی نیکیاں لکھ دی جائیں گی....“ (صحیح البخاری: ۲۳۷۱)

امام بخاری نے اس پر باب قائم کیا ہے کہ ”نہروں سے انسانوں اور چوپایوں کا پانی پینا درست ہے“
۶۔ کنویں کا پانی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”پھر جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) مدین کے کنویں پر پہنچے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ (اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہے ہیں۔“ (القصص: ۲۳)

ایک شخص نے کنویں سے پانی پیا پھر پیا سے کتے کو بھی پلایا۔ (صحیح البخاری: ۲۳۶۳، صحیح مسلم: ۲۲۲۴)
۷۔ آب زمزم: ”رسول اللہ ﷺ نے آب زمزم کا ڈول منگوا یا، اس سے پیا اور وضو کیا۔“
(زوائد مسند احمد ۶/۱ ج ۵۶۳ وسندہ حسن)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
”رسول اللہ ﷺ نے آب زمزم کھڑے ہو کر پیا۔“ (صحیح البخاری: ۵۶۱۷)
اسی پانی سے رسول اللہ ﷺ کا معراج والی رات سینہ مبارک چاک کر کے دھویا گیا۔
(صحیح البخاری: ۳۴۹)

اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں بڑی برکات رکھی ہیں۔ دیکھئے زاد المعاد (۴۹۳-۴۹۴)
۸۔ چشموں کا پانی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی کی دعا کی تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو چنانچہ اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور (قوم موسیٰ کے بارہ قبیلوں میں سے) ہر قبیلے نے اپنا اپنا گھاٹ جان لیا۔“ (البقرہ: ۶۰)
نیز فرمایا: ”بے شک کچھ پتھر ایسے ہیں کہ ضرور پھوٹتی ہیں ان سے نہریں اور یقیناً ان میں سے (کچھ ایسے ہیں کہ) جب وہ پھٹتے ہیں تو نکل پڑتا ہے ان سے پانی (چشمے کی صورت میں) (البقرہ: ۷۴)

۹۔ سیلاب کا پانی: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم پانی کو بنجر زمین کی طرف بہلاتے ہیں جس سے ہم کھیتی پیدا کرتے ہیں تو اسی سے ان کے چوپائے

بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی کھاتے ہیں۔“ (السجدہ: ۲۷)
۲: وہ مستعمل پانی جو پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔

۱۔ وضو کے بعد برتن کا بچا ہوا پانی پینا: ”سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری خالہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر گئی اس نے کہا: یا رسول اللہ! میرا بھانجا بیماری کی وجہ سے بے چین ہے آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی پھر آپ نے وضو کیا میں نے آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی پی لیا۔“ (صحیح البخاری: ۱۹۰)
سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن دوپہر کے وقت ہمارے ہاں تشریف لائے آپ کے پاس وضو کا پانی لایا گیا آپ نے وضو کیا پھر لوگ آپ کے وضو کا باقی ماندہ پانی پینے لگے اور بدن پر ملنے لگے... (صحیح البخاری: ۱۸۷)
۲۔ اس برتن کا پانی جس سے پہلے کوئی نہایا ہو: رسول اللہ ﷺ نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے غسل کے بچے ہوئے پانی سے غسل کیا۔ (صحیح مسلم: ۳۲۳)
ازواج مطہرات میں سے کسی نے ٹپ (کے پانی) سے غسل کیا پھر آپ ﷺ نے (بچے ہوئے پانی سے) وضو کرنا چاہا تو انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو نجی تھی؟ آپ نے فرمایا: پانی جنبی (ناپاک) نہیں ہوتا۔

(ابوداؤد: ۶۸، ابن ماجہ: ۱۳۷۰، امام ترمذی [۶۵] نے حسن اور ابن حبان [۱۲۶۵] نے صحیح کہا۔)
۳۔ میاں بیوی کا جنبی ہونے کی حالت میں اکٹھے ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا صحیح ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۲۱)
تو جنابت کے علاوہ بالاولیٰ صحیح ہوا۔

۴۔ وہ پانی جس میں پاک چیز ملا دی گئی ہو: سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو نہلا رہی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ ”اس کو تین، پانچ یا سات بار یا اس سے (بھی) زیادہ مرتبہ پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخری بار (پانی میں) کچھ کافور بھی ملا لو۔“ (صحیح البخاری: ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، صحیح مسلم: ۹۳۹)

۵۔ مشرکوں کے برتنوں میں موجود پانی سے وضو اور غسل کرنا صحیح ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۴۴۳ و صحیح مسلم: ۶۸۲، صحیح ابن خزمہ: ۱۱۳، وسندہ صحیح)

لہذا ان کے برتنوں میں پانی پینا اور انہیں استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ واضح رہے کہ یہ صرف عذر کی صورت میں ایک رخصت ہے وگرنہ حتی الوسع کوشش کرنی چاہئے کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے برتنوں کو استعمال نہ کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ سے اہل کتاب کے برتنوں کو استعمال کرنے کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ((فلا تأکلوا فیہا وإن لم تجدوا فاعسلوها ثم کلوا فیہا)) تم ان (کے برتنوں) میں نہ کھاؤ، اور اگر تم (ان برتنوں کے علاوہ کوئی اور برتن) نہ پاؤ تو اسے دھو کر پھر اس میں کھا سکتے ہو۔ [صحیح بخاری: ۵۴۸۸، صحیح مسلم: ۱۹۳۰]

۶۔ حلال جانور کے چمڑے میں جب پانی ہو اور وہ چمڑا رنگ کیا گیا ہو تو اس میں موجود پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے چاہے اسے ذبح کیا گیا ہو یا بغیر ذبح کے مردار ہو جائے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مشکیزے (کے پانی) سے وضو کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے کہا گیا کہ چمڑا تو مردار کا ہے آپ نے فرمایا: ”اس کو رنگنا (دباغت کرنا) چمڑے کی نجاست کو زائل کر دیتا ہے۔“ (صحیح ابن خزمہ: ۱۱۳، وسندہ صحیح)

فائدہ: پاک گرم پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔

۷۔ وہ پانی (یا سیال) جس میں مکھی گر جائے تو وہ پانی (یا سیال) پاک ہے اور مکھی کو غوطہ دے کر باہر نکال کر پھینک دینا چاہئے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۲۰)

تمام حشرات الارض کیڑوں مکوڑوں کا یہی حکم ہے جن میں بہنے والا خون نہیں ہے خواہ وہ پانی میں مر بھی جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (دیکھئے کتاب الطہور للامام ابی عبد القاسم بن سلام تحت ج ۱۹۰)

۳: وہ پانی جو خود پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں ہے۔

نبیذ: یہ پانی اور کھجوروں سے بنائی جاتی ہے۔ پانی بھی پاک ہے کھجوریں بھی پاک ہیں مگر جب ان دونوں کو اکٹھا کیا جائے تو وہ نبیذ بن جاتی ہے۔ جو خود تو پاک ہے اسے پیا جاسکتا

ہے مگر وہ پاک کرنے والی نہیں ہے کیونکہ پانی اب اپنی اصل حالت میں باقی نہیں رہا۔
امام بخاری نے باب قائم کیا ہے کہ ”نیز کے ساتھ وضو جائز نہیں ہے“ (صحیح البخاری قبل ج ۲۲۲)
امام عطاء دودھ اور نیز سے وضو کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ”ان سے وضو
کرنے کی بسبب تیمم مجھے زیادہ پسند ہے۔“ (ابوداؤد: ۸۶: و صحیح)
ابوخلدہ نے کہا کہ میں نے ابو العالیہ (تابعی) سے پوچھا کہ ”ایک آدمی جنبی ہو گیا اس کے
پاس پانی نہیں مگر نیز ہے، کیا وہ نیز سے غسل کرے؟ تو انھوں نے فرمایا: نہیں۔“
(ابوداؤد: ۸۷: و سندہ صحیح)

قرآن مجید میں پانی کی عدم موجودگی میں تیمم کرنے کا ذکر ہے نہ کہ نیز سے وضو کرنے کا۔
تنبیہ: نشہ دینے والی نیز ((كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ)) کی رو سے حرام ہے۔
۴: وہ پانی جو ناپاک ہے:

- ۱۔ وہ پانی جو نجاست کی وجہ سے رنگ، بو اور ذائقہ تبدیل کر چکا ہو۔
- ۲۔ کتے کا جھوٹا پانی: سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: ”اگر کتا کسی کے برتن میں پانی (وغیرہ) پی لے تو برتن کو سات بار دھو ڈالے اور
پہلی بار مٹی سے مانجھے۔“ (صحیح مسلم: ۲۷۹)
بعض روایتوں میں آخری بار مٹی سے مانجھنے کا ذکر آیا ہے لہذا دونوں طرح صحیح ہے۔
جس برتن (میں کتے نے منہ مارا ہے اس) میں اگر پانی (وغیرہ) ہو تو اسے بہا دینا چاہئے۔
(صحیح مسلم: ۲۷۹، صحیح ابن خزیمہ: ۷۵: و تبویب)
اسی طرح وہ جانور جو نجس العین ہو اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہے مثلاً خنزیر۔ (صحیح ابن خزیمہ قبل ج ۱۰۲)
تنبیہ: اگر ناپاک پانی کپڑوں، جگہ یا بدن کو لگ جائے تو کپڑے، جگہ اور بدن ناپاک
ہو جاتے ہیں ان کو پانی سے دھویا جائے پھر نماز پڑھی جائے۔

۵: پانی سے استنجا کرنا

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت

کے لئے باہر جاتے تو میں اور ایک بچہ پانی کا ڈول اٹھاتے، آپ ﷺ اسی سے استنجا کرتے۔“ (صحیح البخاری: ۱۵۰، ۱۵۲، صحیح مسلم: ۲۷۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلا (استنجا کرنے کے لئے) گئے، ایک برتن میں پانی لایا گیا، آپ نے استنجا کیا پھر ایک اور برتن میں پانی لایا گیا آپ نے (اس سے) وضو کیا۔ (ابوداؤد: ۳۵، سندہ حسن)

معلوم ہوا کہ استنجا کے لئے علیحدہ اور وضو کے لئے علیحدہ برتن استعمال کرنا چاہئے۔

چند اہم فوائد قابل ذکر ہیں:

- ۱۔ مٹی کے ڈھیلے سے بھی استنجا کرنا صحیح ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۵۵)
- ۲۔ رسول اللہ ﷺ نے تین (ڈھیلوں) سے استنجا کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح مسلم: ۲۶۲، ابوداؤد: ۷، سندہ صحیح)
- (اس سے استدلال کرتے ہوئے) پانی بھی تین مرتبہ استعمال کرنا چاہئے کیونکہ یہ بھی پاکی حاصل کرنے میں ڈھیلے کے قائم مقام ہے یا پھر جس طرح ڈھیلے طاق استعمال کئے جاتے ہیں تو اسی طرح پانی بھی طاق مرتبہ استعمال کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم
- ۳۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ”اگرچہ ڈھیلوں سے استنجا کرنا جائز ہے تاہم (بعض علماء) سفیان ثوری، ابن المبارک، شافعی، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) کے نزدیک پانی سے استنجا کرنا مستحب اور افضل ہے۔“ (ترمذی ۱۱۱۹ ح ۱۹، ادری ط: ۱۱۱، ایچ ایم سعید کراچی)
- نیز فرماتے ہیں کہ ”صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور بعد کے اکثر علماء کا یہی خیال ہے کہ صرف ڈھیلوں سے استنجا کرنا جائز ہے اگرچہ ان کے بعد پانی استعمال نہ کریں بشرطیکہ پیشاب اور پاخانے کا اثر خوب زائل ہو جائے اور یہی قول سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ کا ہے۔“ (ترمذی ۱۱۰۱ ح ۱۵)
- ۴۔ استنجا کرنے کے لئے پانی ساتھ لے جانا چاہئے۔ (صحیح البخاری: ۱۵۱)
- ۵۔ عام نجاستوں کو صرف پانی سے پاک کیا جاتا ہے۔ دیکھئے الصحیحۃ (۲۹۹/۱، ۳۰۰)

۶: پیشاب پر پانی بہا دینے سے جگہ پاک ہو جاتی ہے۔

ایک اعرابی نے مسجد کے کونے میں پیشاب کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”پانی کا ڈول اس (پیشاب) پر بہا دو۔“ (صحیح البخاری: ۲۱۹)

۷: بچہ اگر پیشاب کر دے۔

۱۔ اگر دودھ پیتا بچہ کپڑوں پر پیشاب کر دے تو اس پر پانی کے چھینٹے مارے جائیں۔
سیدہ ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا اپنا چھوٹا بیٹا جو ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کے پاس لائیں۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنی گود مبارک میں بٹھالیا تو اس بچے نے
آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگوایا اور اس پر چھینٹے مارے، اس
کو دھویا نہیں۔ (صحیح البخاری: ۲۲۳، صحیح مسلم: ۲۸۷)

۲۔ اگر بچی کپڑوں پر پیشاب کر دے تو اسے پانی سے دھویا جائے۔

سیدہ لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (سیدنا) حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کی گود مبارک میں پیشاب کر دیا۔ میں نے کہا: کوئی اور کپڑا پہن لیں اور تہبند مجھے
دے دیں تاکہ میں دھو ڈالوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے
اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جاتے ہیں۔“ (ابوداؤد: ۳۷۵، ابن ماجہ: ۵۲۲، حسن)

۸: جب مرد یا عورت ناپاک ہو جائیں تو (غسل کے ذریعے سے) پانی سے ہی طہارت
حاصل کی جاتی ہے اور ہر طرح کی نجاست کو پانی سے ہی دور کیا جاتا ہے۔

تنبیہ: پانی کی عدم موجودگی میں یا کسی شرعی عذر کی وجہ سے اگر پانی استعمال نہ کرنا ہو تو پھر
نجاست یا جنابت کو پاک کرنے کے لئے مٹی سے کام لیا جائے گا۔ (النساء: ۴۳)

۹: کھڑے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۳۸)

ایسے پانی (جس میں پیشاب کیا گیا ہو) سے نہ وضو کرنا صحیح ہے اور نہ اسے پینا ہی صحیح ہے۔
(صحیح ابن خزیمہ: ۹۴)

۱۰: کھڑے پانی میں جنبی آدمی کا نہانا منع ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۳)

البتہ پانی الگ لے کر نہانا صحیح ہے۔

۱۱: اگر آدمی سوکراٹھے تو ہاتھوں کو پانی (کے برتن) میں داخل کرنے سے پہلے الگ پانی لے کر دھولینا چاہئے کیونکہ اسے پتا نہیں کہ ہاتھوں نے رات کہاں گزاری ہے۔
(صحیح البخاری: ۱۶۲۰، صحیح مسلم: ۲۷۸)

۱۲: پانی میں خود بخود مچھلی مر جائے تو وہ حلال ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دریائی اور سمندری پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار (مچھلی) حلال ہے۔“ (موطأ امام مالک: ۱۲، ابوداؤد: ۸۳، وسندہ صحیح)
ہمارے استاد حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ ”اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی میں خود بخود مرنے والی مچھلی حلال ہے یہی مسلک سیدنا ابوبکر الصدیق (رضی اللہ عنہ) اور جمہور علمائے اسلام کا ہے۔ دیکھئے صحیح البخاری ”کتاب الذبائح والصيد باب قول الله تعالى: أحل لكم صيد البحر“ (قبل ج ۵۴۹۳) وفتح الباری ج ۹ ص ۶۱۸ وغیرہما، اس مسلک کے خلاف کوئی دلیل ثابت نہیں ہے۔“

(تسهيل الوصول الى تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول ص ۴۲ حاشیہ: ۳، نیز دیکھئے الصحیح ج ۲۸۰)

۱۳: وضو کے پانی والے برتن کو ڈھانپنا چاہئے اور اس کے منہ کو باندھنا چاہئے۔

(مسند احمد ۲/۳۶۷ وسندہ صحیح)

۱۴: غسل بھی پانی ہی سے کیا جاتا ہے۔

۱۵: عیسائیوں کے گھر کے پانی سے وضو کرنا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نصرانیہ عورت کے گھر سے وضو کیا۔ (صحیح البخاری قبل ج ۹۳ تعلیقاً بالجرم تعلیق التعليق علی صحیح البخاری ۲/۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳

- تا کہ چکناہٹ ختم ہو جائے اور یہ واجب نہیں ہے۔“ (صحیح ابن خزیمہ قبل ج ۴۷)
- ۱۸: اگر آدمی بے ہوش ہو جائے تو اس پر پانی کے چھینٹے مارے جائیں۔ (صحیح البخاری: ۱۹۴)
- ۱۹: روزہ پانی سے افطار کرنا بھی صحیح ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۹۵۶)
- ۲۰: دودھ میں پانی ملا کر پینا جائز ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۱۲)
- ۲۱: میٹھا پانی یعنی شربت پینا رسول اللہ ﷺ کا محبوب عمل تھا۔ (صحیح البخاری: ۵۶۱۱)
- تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری (۹۲/۱۰)
- ۲۲: رات کا پڑا ہوا (باسی) پانی پینا بھی درست ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۲۱)
- ۲۳: زائد پانی سے مسافر کو نہیں روکنا چاہئے۔
- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”تین آدمیوں کی طرف اللہ تعالیٰ (نظر رحمت سے) نہیں دیکھے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ ایک وہ آدمی جس کے راستے میں پانی اضافی ہے (لیکن) اس نے مسافر کو پانی (پینے یا استعمال کرنے) سے روک دیا۔“ (صحیح البخاری: ۲۳۵۸)
- ۲۴: زائد پانی کو بیچنا ممنوع ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے زائد پانی کو بیچنے سے منع فرمایا۔“ (صحیح مسلم: ۱۵۶۵)
- ۲۵: جس کی زمین پانی کے قریب ہوگی وہ پہلے اپنی زمین کو سیراب کرے گا پھر دور زمین والے کا حق ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۳۶۱)
- ۲۶: کھیت والے کو اپنے کھیت میں اتنا پانی روکنے کا حق حاصل ہے کہ پانی منڈیروں تک پہنچ جائے۔ (صحیح البخاری: ۲۳۶۱)
- ۲۷: اگر کنواں کھودتے ہوئے منڈیر کے گرنے کی وجہ سے آدمی مر گیا تو اس کی چٹی اور دیت کنوئیں کے مالک پر نہیں بلکہ یہ چٹی معاف ہے۔ (صحیح البخاری: ۲۳۵۵)
- ۲۸: بخار کو پانی سے ٹھنڈا کیا جاسکتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۷۲۵)
- ۲۹: پانی اور پیری کے پتے چمڑے کو پاک کر دیتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد: ۴۳۶۱ وسندہ حسن)

۳۰: گوشت پکاتے وقت پانی زیادہ ڈالنا چاہئے تاکہ سالن ہمسایوں کو بھی دیا جاسکے۔

(صحیح مسلم: بعد ج ۲۶۲۵ و ترجمہ دارالسلام: ۶۶۸۹)

۳۱: یہ اونٹنیوں کا حق ہے کہ اونٹنیوں کا دودھ پانی کے (چشموں، کنوؤں کے) قریب نکالا

جائے۔ (صحیح البخاری: ۲۳۷۸)

تاکہ وہاں پر موجود مساکین وغیرہ کو دودھ دیا جاسکے۔ (فتح الباری: ۶۳/۵)

۳۲: دم کر کے پانی پر پھونکنا۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پینے والی چیز میں پھونک مارنے سے منع کیا، ایک آدمی نے کہا کہ اگر برتن میں تنکا دیکھوں تو؟ آپ نے فرمایا

کہ اس کو بہا دے۔“ (سنن الترمذی: ۱۸۸۷، وقال: ”حسن صحیح“، وسندہ صحیح، الموطأ ج ۲/۹۲۵ ح ۱۷۸۳)

۳۳: حائضہ عورت کا جھوٹا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۰)

۳۴: اگر کھیتی آسمانی پانی سے پکی ہے تو اس میں عشر ہے اگر نہری یا ٹیوب ویل وغیرہ کے پانی سے سیراب ہوئی ہے تو اس میں نصف عشر ہے۔

سالم بن عبد اللہ بن عمر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”جو زمین آسمانی بارش اور چشموں سے سیراب ہوتی ہو یا رطوبت والی ہو اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہے (عشر ہے) اور جو زمین پانی کھینچ کر سیراب کی جاتی ہو اس میں بیسواں حصہ (نصف عشر) ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۴۸۳)

دارالسلام کی مطبوعہ بلوغ المرام میں لکھا ہوا ہے کہ ”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین کو مختلف ذرائع و وسائل سے سیراب کرنے کی صورت میں زکوٰۃ (عشر) کی نوعیت بھی مختلف ہے۔ مثلاً جو زمین مشقت طلب ذریعے سے سیراب ہو جیسے اونٹ، بیل یا آدمی پانی نکال کر یا لا کر سیراب کرتے ہوں تو اس زمین کی پیداوار پر نصف عشر (بیسواں) حصہ ہے۔ اسی طرح اگر زمین کنویں کے پانی، ٹیوب ویل کے پانی سے یا پانی خرید کر سیراب کی جاتی ہو جیسے نہر کا پانی، ٹیوب ویل کا پانی خرید کر سیراب کی جاتی ہے تو ایسی صورت میں بھی نصف

عشر (بیسواں) حصہ ہے آج کل آبِ یاندے کر زمین سیراب کی جاتی ہے۔ یہ آبِ یاندہ مشقت و محنت کا قائم مقام ہے لہذا موجودہ نظام کے تحت نہری پانی سے سیراب کی جانے والی زمینوں کی پیداوار میں بھی بیسواں حصہ ہے۔“ (بلوغ المرام ۴۰۴/۱-۴۰۵ اردو)

نہری پانی سے سیراب ہونے والی فصل پر بھی نصف عشر ہے، یہی حق ہے اور میرے استاد حافظ شریف حفظہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

۳۵: پانی پینے کے آداب۔

- ۱۔ پانی پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے۔ (الاوسط للطبرانی ۳۵۱/۲)
 - ۲۔ پانی دائیں ہاتھ سے پیا جائے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۲۰)
 - ۳۔ پانی تین سانسوں میں پیا جائے۔
- سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پینے کی چیز (مشروب) تین سانسوں میں پیتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۳۱، صحیح مسلم: ۲۰۲۸) یعنی پانی پیتے وقت تین بار سانس لیا جائے اور پھر سانس برتن سے منہ ہٹا کر لینا چاہئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۳۰، صحیح مسلم: ۲۶۷۷)
- ۴۔ پانی بیٹھ کر پیا جائے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ قتادہ نے کہا کہ ہم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کھڑے ہو کر کھانا کھانے کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا: یہ تو سب سے بدتر یا سب سے زیادہ خبیث (عمل) ہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۲۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر نہ پیئے اور جو بھول کر پی لے تو اسے چاہئے کہ قے کر دے۔“ (صحیح مسلم: ۲۰۲۶)

علامہ نووی نے ان دونوں احادیث پر باب قائم کیا ہے کہ ”کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ ہے۔“
اہم فائدہ: یاد رہے کہ عام اور اکثر محدثین کی یہ عادت مبارکہ ہے کہ وہ اپنی کتاب میں
ابواب خود قائم کرتے ہیں مگر امام مسلم نے محدثین کے طریقہ سے ہٹ کر اپنی کتاب صحیح مسلم
میں خود ابواب بندی نہیں کی بلکہ مختلف علماء نے کی ہے جن میں علامہ نووی بھی ہیں۔ صحیح مسلم
مع شرح النووی کا وہ متداول نسخہ جو مدارس دینیہ میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں ابواب اور
عنوان علامہ نووی کے قائم کردہ ہیں اس بات کی صراحت درج ذیل علماء نے کی ہے:

۱۔ علامہ نووی (مقدمہ شرح صحیح مسلم للنووی ۱۷۷ طبری)

۲۔ ڈاکٹر سحیحی صالح (علوم الحدیث ص ۱۵۵، اردو)

۳۔ محدث العصر شیخنا ارشاد الحق الاثری حفظہ اللہ (ہفت روزہ الاعتصام ج ۵۸ شمارہ ۳۰ ص ۱۸)

۴۔ ہمارے استاد محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ (نصر الباری ص ۱۴۱)

[تنبیہ: کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع والی روایات دوسرے دلائل کی رو سے منسوخ ہیں
یا کراہت وغیرہ اولیٰ پر محمول ہیں۔ / زع]

۳۶: بعض صورتوں میں کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے۔

۱۔ آب زمزم کھڑے ہو کر پینا

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمزم کا پانی پلایا
تو آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا حالانکہ آپ (سواری پر) کھڑے تھے۔

(صحیح البخاری: ۱۶۳۷، صحیح مسلم: ۲۰۲۷ علامہ نووی نے اس پر باب قائم کیا ہے کہ آب زمزم کھڑے ہو کر پینا)

[مکہ سے مختلف اور دور دراز علاقوں میں زم زم لے کر جانا بالکل جائز ہے۔ دیکھئے
سنن الترمذی (۹۹۳ و سندہ صحیح) لیکن یہ زم زم دوسرے علاقوں میں لے جا کر کھڑے ہو کر یا
قبلہ رخ ہو کر پینا قطعاً ثابت نہیں ہے۔]

۲۔ وضو کا پچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا

نزال (بن سبرہ) سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ (مسجد کوفہ میں)

بڑے چبوترے کے دروازے سے تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پانی پیا، پھر فرمایا: ”بعض لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو ناپسند سمجھتے ہیں حالانکہ بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح (پانی پیتے ہوئے) دیکھا ہے، جس طرح تم نے مجھے دیکھا کہ میں نے کیا۔“ (صحیح البخاری: ۵۶۱۵)

یہ وضو کا بچا ہوا پانی تھا جس طرح کہ صحیح بخاری (۵۶۱۶) میں وضاحت ہے۔

امام بخاری نے عام پانی پینا مراد لیا ہے خواہ وہ زمزم ہو یا عام پانی۔

۳۔ اگر پانی کا برتن لٹکا ہوا ہے تو بھی کھڑے کھڑے پانی پینا جائز ہے۔

سیدہ ام ثابت کبشہ بنت ثابت، ہمشیرہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے کھڑے کھڑے ایک لٹکے ہوئے مشکیزے کے منہ سے پانی پیالہ میں اٹھی اور اس کے منہ والے حصے کو میں نے (بطور تبرک رکھنے کے لئے) کاٹ لیا۔ (سنن الترمذی: ۱۸۹۲، وقال: حسن صحیح، وسندہ حسن)

۴۔ بغیر کسی مجبوری کے بعض دفعہ کھڑے کھڑے پانی پینا

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے زمانے میں چلتے پھرتے کھا لیتے اور کھڑے کھڑے پانی (بھی) پی لیتے تھے۔ (سنن الترمذی: ۱۸۸۰، صحیح)

عمر و بن شعیب اپنے والد (شعیب) سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے اور بیٹھے (دونوں طرح پانی وغیرہ) پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۸۸۳، وسندہ حسن)

امام ترمذی نے ان حدیثوں پر باب باندھا ہے کہ ”کھڑے ہو کر پانی پینے میں رخصت ہے۔“

علامہ نووی نے مذکورہ احادیث پر باب قائم کیا ہے کہ ”کھڑے کھڑے پانی پینے کا جواز اور بیٹھ کر پینے کے افضل ہونے کا بیان“ (ریاض الصالحین ۶۲۵/ ط/ دار السلام، اردو)

حافظ ابن حجر نے اس موقف (جن احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع کیا گیا ہے، ان کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا جائے گا) کو سب سے اچھا قرار دیا ہے۔

(فتح الباری ۸۶۱۰-۸۷-۸۷)

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ ”ابتداء میں (ریاض الصالحین میں وارد شدہ احادیث کی ترتیب پر ازناقل) ذکر کردہ احادیث سے اگرچہ کھڑے پانی پینے اور کھانے کا جواز ملتا ہے لیکن ان پر عمل صرف بوقت ضرورت (یا مجبوری) ہی کیا جاسکتا ہے ورنہ اصل مسئلہ یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو بیٹھ کر ہی کھایا پیا جائے، یہی افضل عمل ہے۔ آج کل دعوتوں میں کھڑے کھڑے کھانے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں اس میں سہولت ہے کہ بیک وقت سارے لوگ فارغ ہو جاتے ہیں لیکن دوسری طرف اس کی قباحتوں کو، جو اس ایک سہولت کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں، نہیں دیکھتے۔ اس میں ایک تو مغرب کی نقالی ہے جو حرام ہے، دوسرے نبی کریم ﷺ نے کھڑے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے تیسرے اس میں جو بھگدڑ مچتی ہے وہ کسی باوقار اور شریف قوم کے شایان شان نہیں۔ چوتھے اس میں ڈھور ڈنگروں کے ساتھ مشابہت ہے، گویا اشرف المخلوقات انسانوں کو ڈھور ڈنگروں کی طرح چارہ ڈال کر کھول دیا جاتا ہے، پھر جو طوفان بدتمیزی برپا ہوتا ہے، اس پر جانور بھی شاید شرماتا جاتے ہوں۔ پانچویں، انسان نما جانوروں کو باڑے یا اصطبل میں جمع کرنے کے لئے وقت پر آنے والوں کو نہایت اذیت ناک انتظار کی زحمت میں مبتلا رکھا جاتا ہے جس سے ان کا قیمتی وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور انتظار کی شدید مشقت بھی برداشت کرنا پڑتی ہے۔ ششم اس انتظار کی گھڑیوں میں یا تو فلمی ریکارڈنگ سننے پر انسان مجبور ہوتا ہے یا بھانڈ میراثیوں کی جگتیں یا میوزک کی دھنیں سننے پر۔ ہفتم یہ کہ اس طرح کھانا ضائع بھی بہت ہوتا ہے، بہر حال دعوتوں میں کھڑے کھڑے کھانے کا رواج یکسر غلط ہے اور مذکورہ سارے کام بھی شیطانی ہیں۔ اس لئے دعوتوں کا یہ انداز بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ اس کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (ریاض الصالحین ۱/۶۲، اردو)

۳۷: پانی پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنی چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے راضی ہوتا ہے جو کھانا کھانے یا مشروب

- (پانی وغیرہ) پینے کے بعد اللہ کی حمد بیان کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۷۳۴)
- ۳۸: سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیا جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۳۳، صحیح مسلم: ۲۰۶۷)
- ۳۹: اگر پانی میں تنکا پڑا ہو تو اسے پھونک مار کر نہ گرائیں بلکہ برتن ٹیڑھا کر کے اسے بہادیں۔ (سنن الترمذی: ۱۸۸۷، سندہ صحیح)
- ۴۰: پانی پلانے کے آداب
- پانی پلانا بڑا اچھا عمل ہے اور اس میں بہت ثواب ہے۔
- ایک آدمی نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔ (صحیح البخاری: ۲۳۶۳)
- جب جانوروں کو پانی پلانے کی اتنی فضیلت ہے تو پھر اشرف المخلوقات انسانوں کو پانی پلانے کی کیا فضیلت ہوگی؟
- ۱۔ پانی پہلے دائیں طرف والے آدمی کو پلایا جائے۔ (صحیح البخاری: ۵۶۱۹)
- ۲۔ پانی کا برتن دائیں ہاتھ سے دیا جائے اور دائیں ہاتھ سے ہی پکڑا جائے۔ (صحیح مسلم: ۲۰۲۰)
- ۳۔ پانی پلانے والا سب سے آخر میں پیئے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱)
- ۴۔ پانی پلانے والے کو یہ دعا دی جائے ”اللهم اطعم من أطعمني واسق من سقاني“ (صحیح مسلم: ۲۰۵۵)
- بعض لوگ بعض خاص دنوں میں پانی کی سیلیں لگاتے ہیں یہ بدعت ہے، اس سے بچا جائے۔

اعلان

ماہنامہ الحدیث حضور کے تمام خریداروں سے درخواست کی جاتی ہے کہ تمام واجبات درج ذیل پتے پر بھیجا کریں اور اپنے فون نمبر (MOBILE, PTCD) بھی بھیجیں تاکہ آپ سے رابطے میں آسانی رہے۔

مکتبۃ الحدیث، حضور ضلع اٹک

محمد صدیق رضا

غیر ثابت قصے

انتالیسواں (۳۹) قصہ: نبی کریم ﷺ اور آپ کے چچا ابوطالب کا قصہ:

یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ سے روایت ہے کہ قریش نے جب ابوطالب سے یہ بات کہی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف قاصد بھیجا (جب آپ تشریف لائے تو) چچا نے کہا: اے میرے بھتیجے! آپ کی یہ قوم میرے پاس آئی اور مجھ سے ایسا ایسا کہا۔ آپ اپنے آپ پر اور مجھ پر رحم کیجئے، مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالئے کہ جسے میں اٹھانہ سکوں.... تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”يا عماء، لو وضعوا الشمس في يميني والقمر في يساري على أن أترك هذا الأمر حتى يظهره الله أو أهلك فيه ماطر كنه“

اے چچا، اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لارکھیں کہ میں اس دعوت کو چھوڑ دوں تو میں کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ الخ

ان الفاظ کے ساتھ تو اس کی کوئی سند بھی نہیں ہے۔ (فوزی) [ضعیف جداً]

تخریج: ابن جریر نے التاریخ (ج ۱ ص ۵۴۵) ابن اسحاق نے السیرۃ (ج ۱ ص ۲۸) اور بیہقی نے دلائل النبوة (ج ۲ ص ۱۸۷) میں یعقوب سے یہ روایت بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند (منقطع ہونے کی وجہ سے) ہلاک کر دینے والی ہے، معضل ہے۔ یعقوب (حافظ ابن حجر کے نزدیک) طبقہ سادسہ میں سے ہیں، کسی صحابی کو انھوں نے نہیں پایا۔

حوالہ: دیکھئے تقریب التہذیب (ص ۶۰۸)

البانی نے ”سلسلة الاحادیث الضعيفة“ (ج ۲ ص ۳۱۰) میں اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

یہ قصہ طبرانی نے المعجم الکبیر (ج ۱ ص ۱۹۲) اور المعجم الاوسط (ج ۸ ص ۲۵۲، ۲۵۳ ج ۸ ص ۸۵۲۸) میں بیہقی نے دلائل النبوة (ج ۲ ص ۱۸۶) اور ابو یعلیٰ نے اپنی مسند (محقق ارشاد الحق الاثری: ۶۷۷، علامات النبوة للبوصیری ص ۸۵) بخاری نے التاریخ الکبیر (ج ۷ ص ۵۱) [حاکم نے المستدرک ۳/ ۵۷۷ ج ۶ ص ۶۲۶، البرار نے البحر الزخار ۶/ ۱۱۵ ج ۲۱۷۰] میں ”طلحة بن یحییٰ عن موسیٰ بن طلحة: ثنا عقیل بن أبی طالب“ کی سند سے بیان کیا۔

اور اس میں ان الفاظ ”لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی أن أترك هذا الأمر...“ کے بجائے یہ الفاظ ہیں:

”أترون هذا الشمس؟ قالوا: نعم، قال فما أنا بأقدر علی أن أدع ذلك منكم علی أن تستشعلوا منها شعلة“ کیا تم یہ سورج دیکھ رہے ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں، تو آپ نے فرمایا: میں تمھارے مقابلہ میں اس دعوت کو چھوڑ دینے پر ایسے ہی قادر نہیں جیسے تم اس سورج سے ایک شعلہ لے آنے پر قادر نہیں!

اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ اس میں طلحہ بن یحییٰ بن طلحہ القرشی ہے محدثین نے اس پر کلام کیا ہے، اس سے متعلق یحییٰ القطان نے فرمایا: یہ قوی نہیں تھا، امام بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث تھا، یحییٰ بن معین نے فرمایا: یہ قوی نہیں اور ایک بار فرمایا: ثقہ ہے، نسائی نے کہا: یہ قوی نہیں اور ایک بار ”صالح“ بھی کہا۔ یعقوب بن سفیان نے کہا: معزز آدمی ہے، اس میں کوئی ایسی بات نہیں، اس کی حدیث میں کچھ ضعف ہے، الساجی نے کہا: صدوق تھا لیکن قوی نہ تھا، ابن حجر نے فرمایا: صدوق ہے خطائیں کرتا تھا۔ ابن حبان نے اسے ثقافت میں ذکر کیا اور کہا کہ یہ غلطیاں کرتا تھا اور عقیل نے الضعفاء الکبیر میں اسے ذکر کیا۔ فوزی کہتے ہیں: اس طرح کے راوی جو غلطیاں کرتے ہیں، وہم ہوتا ہے تو جب یہ کسی روایت میں اکیلے ہوں تو ان سے حجت نہیں لی جاتی، اسی لئے امام بخاری نے اس سے روایت نہیں لی۔ فتنہ [تنبیہ: طلحہ بن یحییٰ صدوق حسن الحدیث راوی ہے، جمہور محدثین نے اس کی توثیق کی ہے۔]

دیکھئے تہذیب التہذیب بحاشیتی و تحریر تقریب التہذیب: ۳۰۳۶ لہذا اس پر فوزی کی جرح مردود ہے۔ یہ روایت حسن لذاتہ ہے اور فوزی کا اسے ضعیف قرار دینا غلط ہے۔ زیر علی زئی [حوالے: دیکھئے تہذیب الکمال (ج ۱۳ ص ۴۴۱) تقریب التہذیب (ص ۶۸۳) الضعفاء الکبیر للعقيلي (ج ۲ ص ۲۲۶) ابن حبان کی الثقات (ج ۶ ص ۶۷۸) ابن الجوزی کی الضعفاء (ج ۲ ص ۶۶) ذہبی کی المغنی فی الضعفاء (ج ۱ ص ۳۱۷) اور علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد (ج ۶ ص ۱۵) میں اسے ذکر کیا اور فرمایا: اسے طبرانی نے ”الاوسط“ اور ”الکبیر“ میں اور ابو یعلیٰ نے معمولی سے اختصار کے ساتھ روایت کیا اور ابو یعلیٰ کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

چالیسواں (۴۰) قصہ: سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے گھر جلنے کا قصہ:

طلق بن حبیب نے روایت کی کہ ایک شخص سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: اے ابو درداء! آپ کا گھر جل گیا۔ آپ نے جواب دیا: میرا گھر نہیں جلا پھر دوسرا شخص آیا اور کہا: میں آگ کے پیچھے رہا، جب آگ آپ کے گھر تک پہنچی تو بجھ گئی۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے معلوم تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرنے والا۔ تو ایک شخص نے کہا: اے ابو درداء! مجھے نہیں معلوم آپ کی دونوں باتوں میں سے کس بات پر تعجب کروں! آپ کا یہ کہنا کہ ”میرا گھر نہیں جلا“ یا آپ کا یہ کہنا کہ ”میں جانتا تھا یقیناً اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرنے والا“؟ تو ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ چند کلمات ہیں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن رکھے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

”من قالهن حين يصبح لم تصبه مصيبة حتى يمسي ، ومن قالهن حين يمسي لم تصبه مصيبة حتى يصبح: اللهم أنت ربي لا إله إلا أنت ، عليك توكلت ، وأنت رب العرش العظيم ...“

جو کوئی یہ کلمات صبح کے وقت کہے تو شام تک اسے کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی اور جو کوئی شام کے وقت کہے تو صبح تک اسے کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی، (وہ کلمات یہ

ہیں) اللھم أنت ربی... ”اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے علاوہ کوئی الہ نہیں،
میں نے تجھ ہی پر توکل کیا، اور تو عرش عظیم کا رب ہے...“

(اس کی سند انتہائی کمزور ہے)

تخریج: طبرانی نے الدعاء (ج ۲ ص ۹۵۴) ابن اسنی نے عمل الیوم واللیلۃ (ص ۳۰)
اور الخرائطی نے مکارم الاخلاق (ج ۲ ص ۴۰۱) اور ابن حجر نے نتائج الافکار (ج ۲ ص ۴۰۱)
میں ”ہدبہ بن خالد: ثنا الأغلب بن تمیم: ثنا الحجاج بن فرافضۃ عن طلق
ابن حبيب“ کی سند سے یہ قصہ بیان کیا۔

جرح: اس کی سند بالکل ضعیف ہے اس میں الاغلب بن تمیم ہے جس کے متعلق بخاری نے
فرمایا: ”یہ منکر الحدیث ہے۔“ ابن معین نے فرمایا: ”یہ کچھ بھی نہیں“ ابن عدی نے فرمایا:
”اس کی روایات غیر محفوظ ہیں۔“ ابن حجر نے فرمایا: ”سخت ضعیف ہے۔“

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۲۷۳) اور ابن حجر نے فرمایا: ”یہ حدیث غریب
ہے۔“ اور ابن اسنی نے عمل الیوم واللیلۃ (ص ۳۱) میں ابن حجر نے نتائج الافکار (ج ۲
ص ۴۰۳) میں اور الحارث نے اپنی مسند (ص ۳۱۵۔ الزوائد) میں ”یزید بن ہارون
أخبرنا معان أبو عبد الله: حدثنا رجل عن الحسن“ کی سند سے یہ قصہ بیان کیا
کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے
تھے... الخ یہ سند بھی پچھلی سند کی طرح ضعیف ہے، اس میں دو علتیں ہیں:
پہلی علت: معان ابو عبد اللہ کا مجہول ہونا۔

دوسری علت: حسن سے روایت کرنے والے راوی کا مجہول ہونا۔

دیکھئے عراقی کی ”ذیل المیزان“ (ص ۴۲۳) اور ابن حجر نے فرمایا یہ سند السرجل کے مبہم
ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تنبیہ: ابن حجر کے ہاں ”معاذ بن عبد اللہ“ واقع ہوا ہے یہ تصحیف ہے صحیح یہی ہے جو ہم نے
لکھا ہے۔

اکتالیسواں (۴۱) قصہ: دوروزہ دارخواتین کا قصہ:

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام عبید بن جراحؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا: کہ دو خواتین روزہ سے تھیں اور لوگوں کی غیبت کر رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے ایک برتن منگوایا اور ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں (اس میں) قے کرلو۔ پس اُن دونوں نے کر دی۔ (اُن کی قے میں) پیپ، خون اور کچا گوشت تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان دو عورتوں نے حلال سے روزہ رکھا اور حرام سے افطار کیا۔ (منکر روایت ہے۔)

تخریج: یہ روایت ابو یعلیٰ نے اپنی مسند (ج ۳ ص ۱۴۷) اور المفارید (ص ۸۷) میں اور ابن الاثیر نے اسد الغابۃ (ج ۳ ص ۵۳۸) میں ”حماد بن سلمۃ عن سلیمان التیمی عن عبید“ کی سند سے بیان کی۔

جرح: اس کی یہ سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ابن عبد البر نے الاستیعاب (ج ۷ ص ۱۱۳) میں فرمایا: عبید مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے سلیمان التیمی نے روایت کیا جبکہ انھوں نے ان سے کچھ نہیں سنا ان کے درمیان کوئی اور شخص ہے۔ جس سند کی طرف ابن عبد البر نے اشارہ فرمایا ہے وہ احمد نے اپنی مسند (ج ۵ ص ۴۳۱) میں اور ابن ابی الدنیا نے ”الغیبہ“ (ص ۴۹) اور ”الصمت“ (ص ۳۰۶) میں مختلف اسناد کے ساتھ ”سلیمان التیمی عن رجل عن عبید“ سے بیان کیا۔

اس کی سند بھی ضعیف ہے اس میں ”رجل“، شخص کا نام نہیں لیا گیا۔ علامہ عراقی نے تخریج احیاء العلوم میں (ج ۳ ص ۱۴۲) میں فرمایا: ”اسے احمد نے عبید مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا اس کی سند میں ایک شخص (رجل) کا نام نہیں لیا گیا اور علامہ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ (ج ۲ ص ۱۰) میں اس کی تضعیف فرمائی۔ علامہ بیہقی نے مجمع الزوائد (ج ۳ ص ۱۷۱) میں اسے بیان کیا پھر فرمایا: یہ سارا قصہ احمد نے بیان فرمایا اور اسی طرح ابو یعلیٰ نے اس کی سند میں ایک شخص ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔

اس روایت کا ایک شاہد: ابن ابی الدنیا نے ”الغیہ“ (ص ۴۷) اور ”الصمت“ (ص ۳۰۵) میں، ہناد نے الزہد (ج ۲ ص ۵۷۳) الطیالسی نے اپنی مسند (ص ۲۸۲) بیہقی نے ”شعب الایمان“ (ج ۵ ص ۳۰۱) ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں جیسا کہ عراقی کی تخریج احیاء العلوم (ج ۳ ص ۱۴۲) میں ہے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف (ج ۳ ص ۴) میں ”الربیع بن صبیح عن یزید الرقاشی عن أنس بن مالك“ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں: (۱) الربیع بن صبیح البصری ضعیف اور بدحافظ ہے۔ (۲) یزید بن ابان الرقاشی (ضعیف) ہے۔ اسے ابن معین، دارقطنی، برقانی اور ابن حجر نے ضعیف قرار دیا اور نسائی اور حاکم نے اسے متروک الحدیث کہا۔ شعبہ اس پر سخت جرح کرتے تھے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۲۷۰) اور تقریب التہذیب (ص ۵۹۹) حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (ج ۴ ص ۱۹۰) میں فرمایا: اس کی سند ضعیف اور متن غریب ہے۔ علامہ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ (ج ۲ ص ۱۱۰) میں اسے ذکر کیا اور پھر فرمایا: یہ سند سخت ضعیف ہے، الربیع بن صبیح ضعیف اور یزید بن ابان (الرقاشی) متروک راوی ہے۔ عرض مترجم: اکثر لوگ رمضان المبارک میں روزے کی حفاظت یا اس کے علاوہ ”غیبت“ کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے یہ قصہ بیان کرتے نظر آتے ہیں، جبکہ سنداً یہ قصہ ثابت نہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے غیبت کو ”اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے“ سے تعبیر فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا ط اِيْحَبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ اَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ط وَاتَّقُوا اللَّهَ ط اِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ﴾ اور تم میں سے کوئی شخص بھی دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے ناپسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ [الحجرات: ۱۲]

لہذا ضعیف و موضوع روایات سے اپنا دامن بچاتے ہوئے قرآن اور صحیح حدیث کی روشنی میں وعظ و نصیحت کیجئے۔

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

کیا بھینس حلال ہے؟

موجودہ دور میں بعض لوگ تجاہل عارفانہ کی روش اپناتے ہوئے یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں بھینس کی حلت موجود نہیں بلکہ ہماری فقہ نے اس کو حلال قرار دیا ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس تقلیدی فقہ کو حلت و حرمت کا اختیار کس نے دیا ہے؟ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾ کسی چیز کو اپنی زبانوں سے جھوٹ (میں) حلال یا حرام نہ کہہ دیا کرو تاکہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو، جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ (النحل: ۱۱۶)

حافظ ابن کثیر (متوفی ۷۴۷ھ) اس آیت کی تشریح وتفسیر میں لکھتے ہیں:

”ویدخل في هذا كل مبتدع من ابتدع بدعة ليس له فيها مستند شرعي، أو حلل شيئاً مما حرم الله، أو حرم شيئاً مما أباح الله بمجرد رأيه وتشهيه“ ہر وہ بدعتی اس حکم میں داخل ہے، جس نے بدعت جاری کی، جبکہ اس کے پاس اس بدعت پر شرعی ثبوت ودلیل نہیں ہے یا جس نے محض اپنی رائے اور نفسانی خواہش سے اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیا۔ (تفسیر ابن کثیر ۷/۵۸۴)

ثابت ہوا کہ حلال و حرام صرف وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حلال و حرام قرار دیا ہے۔

واضح رہے کہ نبی کریم ﷺ کامل دین لے کر آئے ہیں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ

کے حکم سے حلال و حرام کے بارے میں جامع اصول بیان کر دیئے ہیں، جن کی روشنی میں ہم کسی چیز کے حلال و حرام ہونے کا پتہ لگا سکتے ہیں۔

دلیل نمبر ۱: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿أَحَلَّتْ لَكُمْ بِهَيْمَةَ الْأَنْعَامِ﴾

تمہارے لئے مویشی چوپائے حلال کیے گئے ہیں۔ (المائدہ: ۱)

جو جانور حرام ہیں، وہ دوسرے دلائل سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے۔
امام قتادہ بن دعامہ تابعی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
”الأنعام کلہا“ سارے کے سارے جانور حلال ہیں۔

(تفسیر طبری ۹/۴۵۵، اسنادہ صحیح)

اہل سنت کے امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے نزدیک یہی قول مختار ہے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں: ”ہذا قول حسن“ (اچھا) ہے۔ (تفسیر الشوکانی ۴/۲)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

”اور لفظ أنعام، نعم کی جمع ہے، پالتو جانور جیسے اونٹ، گائے، بھینس، بکری وغیرہ جن کی آٹھ قسمیں سورہ انعام میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ان کو ”انعام“ کہا جاتا ہے۔ بھیمہ کا لفظ عام تھا۔ ”انعام“ کے لفظ نے اس کو خاص کر دیا۔ مراد آیت کی یہ ہو گئی کہ گھریلو جانوروں کی آٹھ قسمیں تمہارے لئے حلال کر دی گئیں، لفظ ”عقود“ کے تحت ابھی آپ پڑھ چکے ہیں، کہ تمام معاہدات داخل ہیں۔ ان میں سے ایک معاہدہ وہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے حلال و حرام کی پابندی کے متعلق لیا ہے۔ اس جملہ میں اس خاص معاہدہ کا بیان آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اونٹ، بکری، گائے، بھینس وغیرہ کو حلال کر دیا ہے۔ ان کو شرعی قاعدہ کے موافق ذبح کر کے کھا سکتے ہیں۔“ (معارف القرآن از محمد شفیع دیوبندی ۱۳/۳)

دیکھئے ”مفتی“ صاحب تو بھینس کی حلت قرآن سے ثابت کر رہے ہیں اور ”فرما“ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بھینس کو حلال قرار دیا ہے۔

دلیل نمبر ۲: بھینس کے بارے میں شریعت نے خاموشی اختیار کی ہے اور اس کی حرمت

پرنص قائم نہیں کی لہذا یہ حلال ہے۔

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا...﴾

کہہ دیجئے کہ مجھ پر نازل کی گئی وحی میں کسی کھانے والے پر مردار اور دم مسفوح (جو خون ذبح کے وقت بہتا ہے) کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں۔ (الانعام: ۱۴۵)

حافظ ابن رجب لکھتے ہیں: ”فہذا يدل على ما لم يوجد تحريمه فليس بمحرم“
یہ آیت کریمہ اس بات پر دلیل ہے کہ (شریعت میں کھانے پینے اور پہننے کی) جس چیز کی حرمت نہ پائی جائے وہ حرام نہیں ہے۔ (جامع العلوم والحکم لابن رجب ص ۳۸۱)
حافظ ابن کثیر مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”والمقصود من سياق هذه الآية الكريمة الرد على المشركين الذين ابتدعوا ما ابتدعوه من تحريم المحرمات على أنفسهم بأرائهم الفاسدة من البحيرة والسائبة والوصيلة والحام ونحو ذلك، فأمر رسوله أن يخبرهم أنه لا يجد فيما أوحاه الله إليه أن ذلك محرم، وإنما حرم ما ذكر في هذه الآية من الميتة والدم المسفوح، ولحم الخنزير، وما أهل لغير الله به، وما عدا ذلك فلم يحرم، وإنما هو عفو مسكوت عنه، فكيف تزعمون أنتم أنه حرام ومن أين حرمتموه ولم يحرمه؟ وعلى هذا فلا ينفي تحريم أشياء آخر فيما بعد هذا، كما جاء النهي عن لحوم الحمر الأهلية ولحوم السباع وكل ذي مخلب من الطير على المشهور من مذاهب العلماء“
اس آیت کریمہ کا مقصد مشرکین کا رد کرنا ہے، جنہوں نے اپنی فاسد آراء سے اپنے آپ پر بکیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام وغیرہ کو حرام قرار دینے کی بدعت جاری کی، اللہ تعالیٰ

نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ وہ مشرکین کو خبر دیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحی میں یہ چیزیں حرام نہیں ہیں، اس آیت میں مذکور مردار، دم مسفوح (بوقت ذبح بہتا ہوا خون) خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جو غیر اللہ کی طرف منسوب کی جائے، کو ہی حرام قرار دیا گیا ہے، ان کے علاوہ کسی چیز کو حرام نہیں کہا گیا، باقی جو کچھ بھی ہے، وہ معاف ہے اور ان سے سکوت اختیار کیا (جن چیزوں کی حرمت سے شریعت خاموش ہے) تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ یہ چیزیں حرام ہیں اور تم انہیں کیسے حرام قرار دیتے ہو؟ یہ قاعدہ ان چیزوں کی نفی نہیں کرتا، جن کی حرمت اس کے بعد وارد ہو چکی ہے، جیسا کہ پالتو گدھوں، درندوں اور بچوں سے شکار کرنے والے پرندوں کے گوشت کی حرمت ہے، علماء کا مشہور مذہب یہی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/۱۰۳، ۱۰۴)

(۲) نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ عَلَيْكُمْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ط﴾

اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس چیز کو نہیں کھاتے جو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے حالانکہ اس نے تم پر حرام چیزوں کی تفصیل بیان کر دی ہے سوائے ان (حرام) چیزوں کے جن کے کھانے پر تم مجبور ہو جاؤ۔ (الانعام: ۱۱۹)

حافظ ابن رجب لکھتے ہیں:

”فَعَنَفَهُمْ عَلَى تَرْكِ الْأَكْلِ مِمَّا ذُكِّرَ عَلَيْهِمُ اللَّهُ عَلَيْهِ مَعْلَلًا بِأَنَّهُ قَدْ بَيَّنَّ لَهُمُ الْحَرَامَ، وَهَذَا لَيْسَ مِنْهُ، فَدَلَّ عَلَى أَنَّ الْأَشْيَاءَ عَلَى الْإِبَاحَةِ وَإِلَّا لَمَا أَلْحَقَ اللُّومَ بِمَنْ أَمْتَنَعَ مِنَ الْأَكْلِ مِمَّا لَمْ يَنْصَ لَهُ عَلَى حَلِّهِ بِمَجْرَدِ كَوْنِهِ لَمْ يَنْصَ عَلَى تَحْرِيمِهِ“

اللہ تعالیٰ نے انہیں ان چیزوں کے نہ کھانے پر ڈانٹا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا، وجہ یہ بیان کی ہے کہ حرام تو تم پر واضح کر دیا گیا ہے اور یہ چیز اس میں شامل

نہیں ہے، یہ آیت کریمہ دلیل ہے کہ چیزوں میں اصل اباحت ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ملامت کیوں کیا ہے جو اس چیز کے کھانے سے رک گیا، جس کی حلت و حرمت پر کوئی نص (دلیل) موجود نہیں۔ (جامع العلوم والحکم لابن رجب ص ۳۸۱)

(۳) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ، لَمْ يُحَرِّمْ فَحَرَّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ)) مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا، جو حرام نہیں تھی اور وہ اس کے سوال کرنے کی وجہ سے حرام ہو گئی۔

(صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب ما یکرہ من کثرة السؤال ومن تکلف ما لا ینبغی ۱۰۸۲/۲ ج ۲۸۹، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب توقیرہ ﷺ وترك إكثار سؤاله عما لا ضرورة إلیه... ۲۶۲/۲ ج ۲۳۵۸)

مذکورہ بالا دونوں آیات اور حدیث سے یہ قاعدہ اور اصول اخذ ہوا کہ (کھانے پینے اور پہننے کی) ہر چیز اصل میں مباح اور حلال ہے، جب حرمت پر نص وارد ہو جائے گی وہ حرام ٹھہرے گی ورنہ حلال ہوگی۔

بھینس کی حرمت پر نص وارد نہیں ہوئی ہے لہذا وہ شریعت کی رو سے حلال ہے۔

دلیل نمبر ۳: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ فَكُلُّهُ حَرَامٌ))

ہر کچلی والے (نوکدار دانت جو اگلے دانتوں کے متصل ہوتے ہیں) درندے کا کھانا حرام ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصيد والذبائح، باب تحريم اكل كل ذي ناب من السباع... ۱۴۷۲/۲ ج ۱۹۳۳)

بھینس شریعت کے اس اصول کے تحت بھی نہیں آتی ہے، کیونکہ یہ ”ذی ناب من السباع“ میں سے نہیں ہے، اس کی حرمت پر کوئی دلیل بھی نہیں ہے لہذا یہ حلال ہے۔

دلیل نمبر ۴: بھینس کے حلال ہونے پر اجماع و اتفاق ہے، کسی نے اس کو حرام نہیں کہا۔

یہ بھی ایک قوی دلیل ہے، کیونکہ اجماع امت شریعت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔

امام ابن المنذر لکھتے ہیں: ”وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ حُكْمَ الْجَوَامِيسِ حُكْمُ الْبَقَرِ“

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ بھینس کا حکم گائے کا حکم ہے۔

(الاجماع لابن المنذر: ۴۷)

حافظ ابن قدامہ المقدسی لکھتے ہیں: ”لَا خِلَافَ فِي هَذَا نَعْلَمُهُ، وَقَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ يَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَى هَذَا وَلَئِنْ الْجَوَامِيسَ مِنْ أَنْوَاعِ الْبَقَرِ“ ہمیں اس میں اختلاف کا علم نہیں ہے۔ ابن المنذر نے اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ بھینس گائے کی نوع ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ۵۹۴/۲)

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ”الْجَوَامِيسُ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ حَكَى ابْنُ الْمُنْذِرِ فِيهِ الْإِجْمَاعَ“ بھینس بمنزلہ گائے کے ہے، اس پر ابن المنذر نے اجماع بیان کیا ہے۔ (مجموع فتاویٰ ۳۷۲/۲۵) حافظ ابن حزم لکھتے ہیں: ”الْجَوَامِيسُ صِنْفٌ مِنَ الْبَقَرِ“ بھینس گائے کی نوع و قسم ہے۔ (المحلی لابن حزم ۲/۶)

الحاصل: بھینس شریعت کے اصول و قاعدہ کے مطابق حلال ہے، جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے حلال نہیں کہا، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر بہتان باندھتا ہے۔

تنبیہ: جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے بھینس کا حلال ہونا ثابت نہیں ہے، ان سے درخواست ہے کہ مذکورہ دلائل اور اجماع صحیح پر دوبارہ غور کر لیں اور اپنے مزعوم امام سے، جن کی تقلید کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں، باسند صحیح بھینس کا حلال ہونا ثابت کر دیں اور اگر نہ کر سکیں تو.....

اصلاح دل

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ! (انسان کے) جسم میں ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہو تو سارا جسم صحیح قرار پاتا ہے اور اگر وہ فاسد (خواہشات کا نتیجہ) ہو جائے تو سارا جسم بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ دل ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۰۵۱)

حافظ زبیر علی زئی

اسماعیل جھنگوی صاحب

کے پندرہ جھوٹ

کچھ لوگ اہل حدیث کے خلاف دن رات پروپیگنڈا کرتے اور فروغِ اکاذیب میں مصروف رہتے ہیں جن میں سے ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی بھی ہیں۔ اس مختصر مضمون میں جھنگوی مذکور کی کتاب ”تحفۃ الہدایت“ حصہ اول سے پندرہ جھوٹ اور ان کا رد تبصرہ کے عنوان سے بحوالہ پیش خدمت ہے:

جھوٹ نمبر ۱: اسماعیل جھنگوی صاحب لکھتے ہیں:

”بیٹھ کر پیشاب کرنا بخاری میں نہیں“ (تحفۃ الہدایت ص ۴ نیز دیکھئے ص ۱۰)

تبصرہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”فرایت رسول اللہ ﷺ قاعداً علی لبنتين، مستقبل بیت المقدس“ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ دو اینٹوں پر (قضائے حاجت فرماتے ہوئے) بیت المقدس کی طرف رخ کئے ہوئے بیٹھے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷ ج ۱۲۹، ارشاد القاری للقططانی ج ۱ ص ۲۳۸)

تنبیہ (۱): اگر کوئی یہ کہے کہ ”قضائے حاجت میں صرف بڑا پیشاب ہی ہوتا ہے چھوٹا پیشاب نہیں ہوتا“ تو یہ قول بلا دلیل اور مردود ہے۔

تنبیہ (۲): اہل حدیث کے نزدیک صحیح و حسن لذاتہ حدیث حجت اور معیارِ حق ہے، چاہے صحیح بخاری میں ہو یا صحیح مسلم میں یا حدیث کی کسی بھی معتبر و مستند کتاب میں۔ اہل حدیث کا قطعاً یہ دعویٰ نہیں ہے کہ صرف صحیح بخاری صحیح مسلم کی احادیث ہی حجت ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱ ص ۱۰۲۱ و سندہ حسن)

ایک روایت میں نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اشارتاً منع فرمایا۔
(دیکھئے کشف الاستار ۱/۲۶۶ ح ۵۴۷ وسندہ حسن) معلوم ہوا کہ پیشاب بیٹھ کر ہی کرنا
چاہئے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منسوخ ہے یا حالتِ عذر میں جواز پر محمول ہے۔
جھوٹ نمبر ۲، ۳: اسماعیل جھنگوی صاحب لکھتے ہیں:
”نبی کریم ﷺ تو ننگے سر آدمی کے سلام کا جواب تک نہیں دیتے (مشکوٰۃ)“

(تحفۃ الہدیٰ ص ۱۳)

تبصرہ: یہ بالکل جھوٹ اور دروغ بے فروغ ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ اور صاحبِ مشکوٰۃ
دونوں پر جھوٹ بولا گیا ہے۔ مشکوٰۃ میں اس طرح کی کوئی حدیث نہیں ہے۔
جھوٹ نمبر ۴: اہل حدیث اور اہل سنت کے بارے میں اسماعیل جھنگوی صاحب لکھتے ہیں:
”پیارے ان کو ایک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ان دو کے درمیان بعد المشرقین ہے۔ نبی کریم
ﷺ نے ہمارا نام اہل سنت والجماعت رکھا ہے۔ اہل حدیث نہیں رکھا۔“ (تحفۃ الہدیٰ ص ۵۰)
تبصرہ: اہل حدیث اور اہل سنت کو علیحدہ علیحدہ اور بعد المشرقین قرار دینا بھی جھوٹ ہے اور
یہ تو بہت بڑا جھوٹ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دیوبندیوں کا نام اہل سنت والجماعت رکھا ہے۔
تنبیہ: عبدالحق حقانی (تقلیدی) لکھتے ہیں: ”اور اہل سنت شافعی حنبلی مالکی حنفی ہیں اور
اہل حدیث بھی ان ہی میں داخل ہیں“ (عقائد الاسلام ص ۳)
یہ کتاب محمد قاسم نانوتوی کی مطالعہ شدہ اور پسندیدہ ہے۔ دیکھئے عقائد الاسلام (ص ۲۶۴)
محمد کفایت اللہ دہلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

”ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں۔ ان سے شادی بیاہ کا
معاملہ کرنا درست ہے۔ محض ترکِ تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت
والجماعت سے تارکِ تقلید باہر ہوتا ہے۔ فقط“ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۳۲۵ جواب نمبر ۳۷)
جھوٹ نمبر ۵: اسماعیل جھنگوی صاحب لکھتے ہیں:

”اہل سنت قبر میں عذاب و ثواب کے قائل ہیں جبکہ موجودہ غیر مقلد اہل حدیث اس کے

قائل نہیں ہیں۔“ (تحفۃ الہدیث ص ۵۳)

تبصرہ: ہم اور ہمارے تمام اساتذہ قبر میں عذاب و راحت کے قائل ہیں۔ مثلاً ہمارے استاد شیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ نے منکرین عذاب قبر کے رد میں ایک کتاب ”القضاء والجزاء بأمر اللہ متنی یشاء“ لکھی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: ”اور عذاب قبر کا انکار کرنا دینتاری کے خلاف ہے۔“ (ص ۴)

ہمارے ایک قابل احترام دوست ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دمانوی حفظہ اللہ تو منکرین عذاب قبر کے خلاف بے نیام تلوار اور اس فن کے امام ہیں۔ میرے انتہائی محترم استاد حافظ عبد الحمید ازہر حفظہ اللہ نے اس مسئلے پر کتاب لکھی ہے اور منکرین عذاب قبر کا زبردست رد کیا ہے۔ اس مسئلے پر اراقم الحروف کی کتاب ”تحقیق وترجمۃ عذاب القبر للبیہقی“ ابھی تک غیر مطبوع ہے۔ جھوٹ نمبر ۶: اسماعیل جھنگوی صاحب لکھتے ہیں:

”اہل سنت حضور ﷺ کے روضہ کی زیارت کو ثواب سمجھتے ہیں جبکہ غیر مقلد اہل حدیث اسے حرام کہتے ہیں۔“ (تحفۃ الہدیث ص ۵۴)

تبصرہ: یہ بالکل کالا جھوٹ ہے۔ اہل حدیث کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت نبی ﷺ سے محبت کی علامت ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ آخرت کی یاد کا ذریعہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۷۷، الترمذی: ۱۰۵۴)

تنبیہ: کسی خاص قبر کی زیارت کے لئے دور سے سفر کرنے کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور اہل حدیث علماء کے نزدیک رائج یہی ہے کہ مسجد نبوی کی نیت سے سفر کیا جائے اور بعد میں نبی کریم ﷺ کی قبر یا حجرے کی زیارت کی جائے۔ والحمد للہ

جھوٹ نمبر ۷: اسماعیل جھنگوی لکھتے ہیں:

”اہل سنت بیس تراویح سے کم کے قائل نہیں“ (تحفۃ الہدیث ص ۵۴)

تبصرہ: قاضی ابوبکر بن العربی المالکی (متوفی ۵۴۳ھ) فرماتے ہیں:

”اور صحیح یہ ہے کہ گیارہ رکعات پڑھنی چاہئیں“

(عارضۃ الاحوذی ۱۹/۸۰۶، تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ ص ۸۶)

کیا قاضی صاحب اہل سنت سے خارج تھے؟

علامہ قرطبی (متوفی ۶۵۶ھ) لکھتے ہیں: ”اور کثیر علماء یہ کہتے ہیں کہ گیارہ رکعتیں ہیں“

(المفہم من تلخیص کتاب مسلم ۳۹۰/۲، تعداد رکعات قیام رمضان ص ۸۶)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اگر رکعتیں کم اور قیام لمبا ہو تو بہتر ہے اور مجھے زیادہ پسند ہے...“ (مختصر قیام اللیل للرموزی ص ۲۰۲، ۲۰۳، تعداد رکعات قیام رمضان ص ۸۵)

کیا یہ سب اہل سنت سے خارج تھے؟

جھوٹ نمبر ۸: اسماعیل جھنگوی صاحب لکھتے ہیں:

”اہل سنت نماز میں قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھنا جائز سمجھتے ہیں۔“ (تحفۃ المحدث ص ۵۴)

تبصرہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام (رمضان میں) قرآن مجید دیکھ کر امامت کراتا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۳۸/۲ ح ۲۱۵۷ وسندہ صحیح، صحیح بخاری قبل ج ۶۶۰)

مشہور تابعی محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے نزدیک قرآن مجید دیکھ کر امامت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۷ وسندہ صحیح)

تابعیہ عائشہ بنت طلحہ بن عبید اللہ التیمیہ رحمہا اللہ اپنے غلام یا کسی شخص کو حکم دیتیں تو وہ انھیں مصحف (قرآن) دیکھ کر نماز پڑھاتا تھا۔ (ابن ابی شیبہ: ۲۱۷۷ وسندہ صحیح)

حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ نے قرآن دیکھ کر نماز پڑھانے کی اجازت دی۔

(ابن ابی شیبہ: ۲۱۸۷ وسندہ صحیح)

حسن بصری بھی اسے جائز سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ: ۲۱۹۷ وسندہ صحیح)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا غلام مصحف ہاتھ میں پکڑے ہوئے قرآن دیکھ کر لقمہ دیتا تھا۔

(ابن ابی شیبہ: ۲۲۲۷ وسندہ حسن)

امام محمد بن سیرین نماز پڑھتے اور ان کے قریب ہی مصحف ہوتا تھا، جب انھیں کسی (آیت)

میں تردد ہوتا تو مصحف دیکھ لیا کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲۲ ص ۳۹۳۱ وسندہ صحیح)
امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا قرآن مجید دیکھ کر نماز پڑھائی جاسکتی ہے؟
تو انھوں نے فرمایا: جی ہاں، جب سے اسلام ہے، لوگ یہ کر رہے ہیں۔

(المصاحف لابن ابی داؤد ص ۲۲۲ وسندہ حسن)
یحییٰ بن سعید الانصاری رحمہ اللہ نے فرمایا: میں رمضان میں قرآن دیکھ کر قراءت کرنے میں
کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ (المصاحف ص ۲۲۲ وعندہ: ”معاویہ عن صالح بن یحییٰ بن سعید الأنصاری“
والصواب: ”معاویہ بن صالح عن یحییٰ بن سعید الأنصاری“ وسندہ حسن)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور استاد امام عطاء بن ابی رباح الہکمی التابعی رحمہ اللہ نماز میں
قرآن دیکھ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(المصاحف لابن ابی داؤد ص ۲۲۲ وسندہ حسن، رباح بن ابی معروف حسن الحدیث وثقہ الجہور و باقی السند صحیح)
کیا خیال ہے؟ یہ صحابہ کرام و تابعین و سلف صالحین اہل سنت سے خارج تھے؟ جو شخص
انھیں اہل سنت سے خارج سمجھتا ہے وہ بذات خود اہل سنت سے خارج اور گمراہ ہے۔
تنبیہ: بعض علماء مثلاً حماد اور قتادہ وغیرہما مصحف دیکھ کر قرآن پڑھنا پسند کرتے یا مکروہ
سمجھتے تھے۔ (مثلاً دیکھئے ابن ابی شیبہ: ۲۳۰ وسندہ صحیح)

یقول اس پر محمول ہے کہ صحیح العقیدہ حافظ ہونے کے باوجود جان بوجھ کر قرآن دیکھ کر
نماز میں قراءت کی جائے۔

دوسرے یہ کہ صحابہ اور کبار تابعین کے مقابلے میں ان اقوال کی کیا حیثیت ہے؟
جھوٹ نمبر ۹: اسماعیل جھنگوی صاحب کہتے ہیں:

”اہل سنت مغرب کی اذان کے بعد نفل نہیں پڑھتے“ (تحفۃ الحدیث ص ۵۵)

تبصرہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”و کنا نصلی علی عہد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین بعد غروب الشمس قبل صلوۃ المغرب“ اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانے میں غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

(صحیح مسلم: ۸۳۶/۳۰۲)

معلوم ہوا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام نمازِ مغرب کی اذان کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کے کبار (بڑے) صحابہ کو مغرب کے وقت (دو رکعتوں کے لئے) ستونوں کی طرف جلدی جلدی جاتے ہوئے دیکھا ہے۔

(صحیح بخاری: ۵۰۳/۵۰۳ والسنن الکبریٰ للبیہقی ۴۷۶/۲ وسنن الثوری صرح بالسماع عندہ)

جلیل القدر کبار تابعین میں سے سیدنا ابومعمر عبد اللہ بن مالک الحیشانی رحمہ اللہ نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے زمانے میں ایسا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۱۱۸۴)

یاد رہے کہ یہ رکعتیں فرض و واجب نہیں ہیں انھیں چھوڑ دینا بھی جائز ہے لیکن پڑھنا بہتر ہے۔

(عبد الرحمن) بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ مغرب (کی نماز) سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۵۶/۲ ح ۳۸۰۷ سند صحیح)

کیا یہ صحابہ و تابعین اہل سنت نہیں تھے؟

جھوٹ نمبر ۱۰: اسماعیل جھگولی لکھتے ہیں:

”جبکہ غیر مقلدین کے ہاں فاتحہ قرآن میں نہیں۔“ (تحفۃ الہدیث ص ۵۵)

تبصرہ: معاذ اللہ، نستغفر اللہ، ألا لعنة الله على الظالمين .

تمام اہل حدیث علماء کے نزدیک سورۃ فاتحہ قرآن میں سے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((فلا تقرأوا بشيء من القرآن إذا جهرت إلا بأم القرآن))

جب میں جہری نماز پڑھ رہا ہوتا ہوں تو قرآن میں سے سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو۔

(سنن ابی داود: ۸۲۴/۲ سند صحیح، نافع بن محمد مثنیٰ وثقه الجہور کو حول لم یغرد بہ، تابعہ حرام بن حکیم والحمد للہ)

کس اہل حدیث عالم نے کہا ہے کہ سورۃ فاتحہ قرآن میں سے نہیں ہے؟ حوالہ پیش کریں

ورنہ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۱: اسماعیل جھنگوی لکھتے ہیں:

”اہل سنت کے ہاں وتر تین ہیں جبکہ غیر مقلدین اہل حدیث کے نزدیک وتر ایک ہے۔“

(تحفۃ المحدث ص ۵۶)

تبصرہ: ایک وتر کے بارے میں اتنی روایات ہیں کہ اس مختصر مضمون میں ان کا جمع کرنا انتہائی مشکل ہے۔ فی الحال چند روایات پیش خدمت ہیں:

نبی ﷺ نے ایک وتر پڑھا۔

(سنن الدارقطنی ج ۲ ص ۳۴ ح ۱۶۵۶ و سندہ صحیح، وقال النبی فی آثار السنن [۵۹۷]: ”وإسناده صحیح“)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایک وتر پڑھتے اور اسے اپنا وتر کہتے تھے۔

(سنن دارقطنی: ۱۶۵۷ و سندہ حسن وقال النبی فی آثار السنن [۶۰۳]: ”وإسناده حسن“)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا۔ (صحیح بخاری: ۶۳۵۶)

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد ایک وتر پڑھا۔ (صحیح بخاری: ۳۷۶۵، ۳۷۶۴)

سیدنا ابوالیوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص تین وتر پڑھنا چاہتا ہے تو تین پڑھ لے اور جو شخص

ایک وتر پڑھنا چاہتا ہے تو ایک وتر پڑھ لے۔ (سنن النسائی ۲۳۹۳ ح ۱۷۱۳، و سندہ صحیح)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک وتر پڑھا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۷۷ و سندہ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۹۲ ح ۶۸۰۶ و سندہ صحیح)

امام عطاء بن ابی رباح فرماتے تھے کہ اگر چاہتے ہو تو ایک وتر پڑھ لو۔

(دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۸۱۱ و سندہ صحیح، ابواسامہ بری من الدلیس)

آل سعد اور آل عبداللہ بن عمر ایک وتر پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ: ۶۸۱۲ و سندہ صحیح)

تفصیل کیلئے مولانا ابو عمر عبدالعزیز النورستانی حفظہ اللہ کی عظیم الشان کتاب ”الدلیل الواضح

علی أن الإیتار برکعة واحدة مستقلة شرعة الرسول الناصح ﷺ“

(ص ۲۹۱ تا ۲۹۲) ملاحظہ فرمائیں۔

ان آثارِ صحیحہ کے باوجود یہ راگ الاہل سنت (صرف) تین وتر پڑھتے ہیں (اور ایک وتر نہیں پڑھتے) بالکل غلط ہے۔ خلیل احمد سہارنپوری انیٹھوی دیوبندی لکھتے ہیں: ”وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح میں موجود ہے اور عبد اللہ بن عمرؓ اور ابن عباسؓ وغیرہما صحابہؓ اس کے مقرر اور مالکؓ وشافعیؓ و احمدؓ کا وہ مذہب پھر اس پر طعن کرنا مؤلف کا ان سب پر طعن ہے کہ وہ اب ایمان کا کیا ٹھکانا“ الخ (براہین قاطعہ ص ۷)

جھوٹ نمبر ۱۲: اسماعیل جھنگوی لکھتے ہیں:

”امام صاحب نے پچپن حج کیے ہیں۔“ (تحفۃ الہدیٰ ص ۵۹)

تبصرہ: جھنگوی صاحب اور ان کی ساری پارٹی والے مل کر بھی باسند صحیح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پچاس یا پچپن حج ادا کرنے کا ثبوت کبھی پیش نہیں کر سکتے۔

جھوٹ نمبر ۱۳: اسماعیل جھنگوی صاحب لکھتے ہیں:

”صحابہ کرامؓ میں جا کر نمازیں پڑھی ہیں۔“ (تحفۃ الہدیٰ ص ۵۹)

تبصرہ: یہ کہنا کہ امام ابو حنیفہ نے صحابہ کرامؓ میں جا کر ان کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں، صحیح یا حسن سند سے قطعاً ثابت نہیں ہے بلکہ امام ابو حنیفہ کا کسی ایک صحابی کے دیدار سے شرف ہونا بھی قطعاً ثابت نہیں ہے۔ فی الحال دو دلیلیں پیش خدمت ہیں:

اول: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ما رأیت أفضل من عطاء“

میں نے عطاء (بن ابی رباح) سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۳۲۷ و سندہ صحیح، دوسرا نسخہ ج ۸ ص ۲۳۷، کتاب الاسامی والکنی لابن احمد الحاکم الکبیر ج ۴ ص ۱۷۶، و سندہ صحیح)

امام صاحب کا دوسرا قول ہے کہ میں نے جابر الجعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔ (العلل الصغیر للترمذی مع السنن ص ۸۹۱ و سندہ حسن)

امام صاحب کے اس قول سے ثابت ہوا کہ انھوں نے بشمول سیدنا انس رضی اللہ عنہ کسی صحابی کو نہیں دیکھا تھا ورنہ وہ یہ کبھی نہ کہتے کہ میں نے عطاء سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔

دوم: امام ابوحنیفہ کے دو شاگردوں (جمہور محدثین کے نزدیک مجروح) قاضی ابو یوسف اور محمد بن الحسن الشیبانی نے اپنی کسی کتاب میں امام ابوحنیفہ کی تابعیت کا ثبوت پیش نہیں کیا۔ محدث کبیر امام علی بن عمر الدارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا اور نہ کسی صحابی سے ملاقات کی ہے۔

(سوالات حمزہ بن یوسف السہمی: ۳۸۳ و تاریخ بغداد ۲۰۸/۲ و سندہ صحیح)

ان دو دلیلوں اور قول دارقطنی کے مقابلے میں خطیب وغیرہ متاخرین کے حوالے بے کار و مردود ہیں۔

جھوٹ نمبر ۱۴: اسماعیل جھنگوی صاحب ائمہ کرام کے بارے میں لکھتے ہیں: ”بھئی وہ مقلد نہیں تھے لیکن غیر مقلد بھی نہیں ہے۔ وہ مجتہد تھے۔ غیر مقلد کی تعریف ان پر فٹ نہیں آتی۔ غیر مقلد تو وہ ہوتا ہے۔ جو خود بھی اجتہاد نہ کر سکے اور مجتہد کی تقلید بھی نہ کرے بلکہ فقہاء کو گالیاں دے اور ان کے مقلدین کو مشرک کہے۔“ (تحفۃ الہدایت ص ۶۳) تبصرہ: درج بالا سارا بیان جھوٹ پر مبنی ہے۔

ائمہ محدثین کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ مقلدین نہیں تھے اور نہ مجتہد مطلق تھے۔ (مجموع فتاویٰ ج ۲۰ ص ۴۰، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۵۰، ۵۱) امام ابوحنیفہ کے بارے میں اشرفعلی تھانوی صاحب فرماتے ہیں: ”کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے“

(مجالس حکیم الامت از مفتی محمد شفیع دیوبندی ص ۳۴۵، حقیقت حقیقت الالحاد از امداد الحق شیوی دیوبندی ص ۷۰، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۵۷)

کیا خیال ہے؟ کیا امام ابوحنیفہ سے اوکاڑوی حضرات یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ وہ فقہاء کو گالیاں دیتے اور ان کے مقلدین کو مشرک کہتے تھے؟ اگر نہیں کر سکتے تو پھر ان کی بیان کردہ ”غیر مقلد کی تعریف“ باطل و مردود ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۵: اسماعیل جھنگوی صاحب قاضی ابو یوسف اور محمد بن الحسن الشیبانی کے

بارے میں لکھتے ہیں:

”وہ تو قسمیں اٹھاتے ہیں کہ ہمارا استاد سے کوئی اختلاف نہیں (شامی)“ (تحفۃ الہمدیث ص ۷۰)
تبصرہ: فتاویٰ شامی سے اصل عبارت پیش کریں اور پھر ابن عابدین شامی سے لے کر
قاضی ابویوسف اور محمد بن الحسن الشیبانی تک صحیح سند پیش کریں۔

تنبیہ: محمد بن الحسن الشیبانی کی طرف منسوب کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ کی طرف
منسوب کیا گیا ہے کہ وہ سبزیوں میں صدقے (عشر) کے قائل تھے۔ اس کے بعد شیبانی
نے کہا: ”وأما في قولنا فليس في الخضر صدقة“ اور ہمارے قول میں سبز
ترکاریوں میں زکوٰۃ نہیں۔“ (کتاب الآثار مترجم ص ۴۳ باب زکوٰۃ الزرع والعشر ج ۲ ص ۳۰۲)

قارئین کرام! ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی دیوبندی کی چھوٹی سی کتاب ”تحفۃ الہمدیث“
کے پندرہ جھوٹ باحوالہ و باتصرہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے ہیں۔ اس کتاب
”تحفۃ الہمدیث“ میں اور بھی بہت سے جھوٹ ہیں جنہیں طوالت کے خوف کی وجہ سے
حذف کر دیا گیا ہے۔ جھنگوی مذکور کی دوسری کتابوں میں بھی بہت زیادہ جھوٹ لکھے ہوئے
ہیں، مثلاً سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ترک رفع یدین کی ایک روایت
کے بارے میں جھنگوی صاحب لکھتے ہیں:

”زیر علی زئی غیر مقلد نے نور العینین میں صحیح کہا۔“ (تحفۃ الہمدیث حصہ دوم ص ۱۵۹)

حالانکہ اس ضعیف روایت کے بارے میں راقم الحروف نے علانیہ لکھا ہے کہ

”یہ حدیث علتِ قادمہ کے ساتھ معلول ہے اور سند ۱۱ اور متنا دونوں طرح سے ضعیف ہے“

(نور العینین طبع اول ص ۹۶ و طبع دوم [کمپوزنگ کے بعد اول] اپریل ۲۰۰۲ء ص ۱۱۹، طبع سوم مارچ ۲۰۰۴ء ص ۱۱۵،

طبع چہارم [جدید و ترمیم شدہ مع اضافات ایڈیشن] دسمبر ۲۰۰۶ء ص ۱۳۰)

بعض جگہ ”سند، متنا“ اور بعض جگہ ”سند، او متنا“ چھپا ہے۔

معلوم ہوا کہ جھنگوی صاحب نے جھوٹ بولنے میں ماسٹر امین اوکاڑوی کو مات
اور کذابین کا عالمی ریکارڈ قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ (۱۳ فروری ۲۰۰۷ء)

حافظ شیر محمد

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے محبت

(1)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہر مومن جو میرے بارے میں سُن لیتا ہے، مجھ سے محبت کرتا ہے۔ ابو کثیر یحییٰ بن عبد الرحمن السجیمی نے پوچھا: آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ انھوں نے فرمایا: میری ماں مشرکہ تھی، میں اسے اسلام (لانے) کی دعوت دیتا تھا اور وہ اس کا انکار کرتی تھی۔ ایک دن میں نے اسے دعوت دی تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایسی باتیں کر دیں جنہیں میں ناپسند کرتا تھا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور روتے ہوئے آپ کو سارا قصہ بتا دیا۔ میں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ میری ماں کی ہدایت کے لئے دعا کریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ میں اس دعا کی خوشخبری کے لئے بھاگتا ہوا نکلا اور اپنے گھر کے پاس پہنچا تو دروازہ بند تھا اور نہانے والے پانی کے گرنے کی آواز آرہی تھی۔ میری ماں نے جب میری آواز سنی تو کہا: باہر ٹھہرے رہو۔ پھر اس نے لباس پہن کر دروازہ کھولا تو (ابھی) دوپٹہ اوڑھ نہ سکی اور کہا: ”أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمداً عبده ورسوله“ میں اس کی گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے اور بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر میں اس حالت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا کہ میں خوشی سے رو رہا تھا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! خوش ہو جائیے اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا کر دی ہے۔ (آپ ﷺ نے) اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور خیر کی بات کہی، میں نے کہا: آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اور میری ماں کو مومنوں کا محبوب بنا دے تو آپ نے فرمایا: ((اللهم حبب عبديك هذا وأمه إلي عبادك المؤمنين وحبب إليهم المؤمنين)). اے اللہ! اپنے اس بندے (ابو ہریرہ)

اور اس کی ماں کو مومنوں کا محبوب بنا دے اور ان کے دل میں مومنوں کی محبت ڈال دے۔
(صحیح مسلم: ۲۴۹۱)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پورا یقین تھا کہ نبی ﷺ کی دعا مقبول ہوتی ہے لہذا وہ بصیغہ جزم یہ فرماتے تھے کہ ہر مومن مجھ سے محبت کرتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مسکین آدمی تھا، پیٹ بھر کھانے پر ہی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لگا رہتا تھا جبکہ مہاجرین تو بازاروں میں اور انصار اپنے اموال (اور زمینوں) کی نگہداشت میں مصروف رہتے تھے۔ پھر (ایک دن) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((من بسط ثوبه فلن ينسى شيئاً سمعه مني)) جو شخص (اب) اپنا کپڑا بچھائے تو وہ مجھ سے سُنی ہوئی کوئی بات کبھی نہیں بھولے گا۔

پھر میں نے کپڑا بچھایا حتیٰ کہ آپ ﷺ حدیثیں بیان کرنے سے فارغ ہوئے پھر میں نے اس کپڑے کو اپنے سینے سے لگا کر بھینچ لیا تو میں نے آپ سے (اس مجلس میں اور اس کے بعد) جو سنا اسے کبھی نہیں بھولا۔ (صحیح بخاری: ۲۰۴۷، صحیح مسلم: ۲۴۹۲)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ ہم میں سے رسول اللہ ﷺ کے پاس زیادہ رہتے تھے اور آپ ﷺ کی حدیث کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے تھے۔ (سنن الترمذی: ۳۸۳۶، مسند صحیح، ماہنامہ الحدیث: ۳۲، ص ۱۰، ۱۱)

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو منادی کرنے والا مقرر کر کے بھیجا تھا۔ (صحیح بخاری: ۳۶۹۹)

ایک دفعہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی تو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”صدق أبو هريرة“ ابو ہریرہ نے سچ کہا ہے۔

(طبقات ابن سعد ۳/۳۲۷، مسند صحیح، الحدیث: ۳۲، ص ۱۱)

امام بخاری نے حسن سند سے روایت کیا ہے کہ

”عن أبي سلمة عن أبي هريرة عبد شمس“ إلخ (التاريخ الكبير ۱۳۲/۶ تا ۱۹۳۸)

معلوم ہوا کہ قبول اسلام سے پہلے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام عبد شمس تھا۔
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تین سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں۔
(کتاب المعرفة والتاریخ ۱۶۱/۳ وسندہ صحیح)

مشہور تابعی حمید بن عبد الرحمن الحمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
چار سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔

(سنن ابی داود: ۸۱/۱ وسندہ صحیح، سنن النسائی ۱۳۰۹ ح ۲۳۹ وصحیح الحافظ ابن حجر فی بلوغ المرام: ۶)
ان دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکمل
تین سال تک اور چوتھے سال کا کچھ حصہ رہے، جسے راویوں نے اپنے اپنے علم کے مطابق
بیان کر دیا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر میں حاضر تھا۔
(تابع ابی زرۃ الدمشقی: ۲۳۲ وسندہ صحیح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رات کے ایک تہائی حصے میں قیام کرتے (تہجد پڑھتے) تھے اور ان
کی زوجہ محترمہ ایک تہائی حصے میں قیام کرتیں اور ان کا بیٹا ایک تہائی حصے میں قیام کرتا تھا۔

(کتاب الزہد لامام احمد ص ۷۷ ح ۹۸۶، کتاب الزہد لابن داود: ۲۹۸ وسندہ صحیح، حلیۃ الاولیاء ۳۸۲/۱، ۳۸۳)
یعنی انھوں نے رات کے تین حصے مقرر کر رکھے تھے جن میں ہر آدمی باری باری نوافل

پڑھتا تھا۔ اس طریقے سے سارا گھر ساری رات عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ سبحان اللہ
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے دو امارت کے دوران میں بھی خود لکڑیاں اٹھا کر بازار سے

گزرا کرتے تھے۔ (دیکھئے الزہد لابن داود: ۲۹۷ وسندہ صحیح، حلیۃ الاولیاء ۳۸۲/۱، ۳۸۵)

عبداللہ بن رافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ
کو ابو ہریرہ کیوں کہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: کیا تم مجھ سے نہیں ڈرتے؟

ابن رافع نے کہا: جی ہاں، اللہ کی قسم! میں آپ سے ضرور ڈرتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا: میں
اپنے گھروالوں کے لئے بکریاں چراتا تھا اور میری ایک چھوٹی سی بلی تھی۔ رات کو میں اسے

ایک درخت پر چھوڑ دیتا اور دن کو اس کے ساتھ کھیلتا تھا تو لوگوں نے میری کنیت ابو ہریرہ مشہور کر دی۔ (طبقات ابن سعد ۳۲۹/۴ وسندہ حسن)

محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: آپ کا رنگ سفید تھا اور آپ خوش مزاج نرم دل تھے۔ آپ سرخ رنگ کا خضاب یعنی مہندی لگاتے تھے۔ آپ کاٹن کا کھر دراپھٹا ہوا لباس پہنتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ۳۳۳/۴ وسندہ صحیح) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر اُس شخص کے دشمن تھے جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن تھا۔ (طبقات ابن سعد ۳۳۵/۴ وسندہ صحیح)

مشہور تابعی ابو سلمہ بن عبد الرحمن رحمہ اللہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیماری کے دوران میں اُن کے پاس گئے تو کہا: اے اللہ! ابو ہریرہ کو شفا دے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! مجھے واپس نہ کر..... اے ابو سلمہ! اگر مر سکتے ہو تو مر جاؤ، اس ذات (اللہ) کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو ہریرہ کی جان ہے! علماء پر ایسا وقت آئے گا کہ اُن کے نزدیک سُرخ خالص سونے سے زیادہ موت پسندیدہ ہوگی اور قریب ہے کہ لوگوں پر ایسا وقت آجائے کہ آدمی جب کسی مسلمان کی قبر کے پاس سے گزرے تو کہے کہ کاش میں اس قبر میں ہوتا۔ (طبقات ابن سعد ۳۳۷/۴، ۳۳۸/۴ وسندہ صحیح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا جب وقت آیا تو انھوں نے فرمایا: مجھ (میری قبر) پر خیمہ نہ لگانا اور میرے ساتھ آگ لے کر نہ جانا اور مجھے (قبرستان کی طرف) جلدی لے کر جانا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب نیک انسان یا مؤمن کو چار پائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: مجھے (جلدی) آگے لے چلو اور کافر یا فاجر کو چار پائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: ہائے میری تباہی مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو؟ (مسند احمد ۲۹۲/۲ ح ۹۱۴ وسندہ حسن، طبقات ابن سعد ۳۳۸/۴)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب میں مرجاؤں تو مجھ پر نوحہ (آواز کے ساتھ ماتم) نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ پر نوحہ نہیں کیا گیا۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۸۲/۷ وسندہ حسن)

فضل اکبر کاشمیری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

احسن الحديث

منکرین کو تنبیہ

یقیناً یہ عنقریب جان لیں گے اور بالیقین انھیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا، کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا اور پہاڑوں کو مینیں نہیں بنایا اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ [النبا: ۸۳]

فقر القرآن:

☆ مذکورہ آیت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیوں کے اظہار کے طور پر دس انعامات بیان کئے ہیں۔

☆ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے زمین کا گہوارہ ہونا سرفہرست ہے۔ جس طرح بچے کے لئے گہوارہ آرام اور سکون کا سبب ہوتا ہے، اسی طرح انسان کے لئے زمین راحت اور اطمینان کا سبب ہے۔

☆ اللہ کی قدرت کی دوسری نشانی پہاڑوں کی تنصیب ہے زمین جب پیدا کی گئی تو ابتداءً لرزتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ میٹھوں کی طرح گاڑ دیئے تاکہ ہچکولے نہ کھائے۔

☆ تیسری نشانی مردوزن کی تخلیق ہے۔

☆ مفسر واحدی کہتے ہیں: ﴿اَزَوَجًا﴾ ”ذکر انا وَاُنثٰثًا“ مرد اور عورتیں۔ (الوسیط ۴/۱۲۱)

☆ کفار اور مشرکین مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے درج بالا دلائل بیان کر کے اُن کی تردید فرمادی۔

حکیم حسین شاہ

مولانا عبدالقادر حصاروی رحمہ اللہ

نام و نسب: عبدالقادر بن مولوی ادریس بن حکیم مستقیم حصاروی
ولادت: موضع گنگا، تحصیل سرسہ، ضلع حصار میں پیدا ہوئے۔ (تاریخ پیدائش نامعلوم)
اساتذہ: مولانا عبدالرحیم غزنوی، مولانا یحییٰ غزنوی، مولانا زکریا غزنوی، مولانا عبدالاعلیٰ
غزنوی، مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا جرحیس (آخر الذکر مولانا حصاروی رحمہ اللہ کے چچا تھے)۔
تدریس: تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے گاؤں موضع گنگا میں اپنے والد کی قائم کردہ
درس گاہ میں تدریس کا کام سرانجام دیتے رہے۔ (خود ان کے والد ایک عالم دین تھے)
پھر مختلف مقامات پر درس و تدریس کا کام کرتے رہے۔

تصانیف: شرعی داڑھی، قبروں پر اذان کہنا منع ہے، کتاب الاذان، سیاحت الجنان بمناکحہ
اہل الایمان، تکفیر بے نمازاں، ترجمہ حیاۃ الحیوان (دمیری)، اصلی اہل سنت کی پہچان، احتیاطی
جمعہ، ضرب الفأس علی مانع کشف الرأس، حیات فی اداء الزکوٰۃ۔ تائید مابعد الروع۔

علمی مقام: مولانا ممدوح ایک کامیاب مصنف، محقق، عالم دین، بلند پایہ خطیب اور
مناظر و مفتی تھے۔ اپنی زندگی میں دین کی بہت خدمت کی اور اہل حدیث رسائل میں
بیش بہا فتاویٰ لکھے جو ان کی علمی قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ کامیاب مناظر بھی تھے۔
توثیق: مولانا ابراہیم کیرپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”آپ ایک نامور مصنف، مایہ ناز مبلغ،
قابل فخر محقق اور شہرہ آفاق مفتی تھے۔“ (ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء)

مولانا محمد حسین آزاد فرماتے ہیں: ”آپ پاکستان کے ابن تیمیہ تھے۔“ (اہل حدیث ۳۰ اکتوبر ۱۹۸۱ء)
وفات: آپ ۲ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ بمطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۸۱ء کو فوت ہوئے۔

اولاد: آپ کے چار بیٹے تھے اور بیٹیوں کا صحیح علم نہیں ہو سکا لیکن آپ کے نواسے پروفیسر عبدالرؤف
ظفر ڈائریکٹر سیرت چیئر اسلامیا یونیورسٹی بہاولپور معروف ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھیں:
(۱) تذکرہ عارف حصاروی رحمہ اللہ: مولانا عبداللہ سلیم (۲) کاروان سلف: محمد اسحاق بھٹی